THE INQUILAB

انقلاب

اشاعت خاص



خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ کے صاحب سجادہ شیخ طریقت، عارف باللہ، سراج السالکین الحاج مولانا

سید شاہ نور علی (نور اللہ مرقدہ) المعروف بہ حضور عالی

کا پچھلے ماہ ایک سو دس سال کی عمر میں وصال ہو گیا تھا۔ آپ کے معتقدین ومتوسلین مشرق ومغرب بالخصوص ہندوپاک، بنگلہ دیش اور افغانستان میں لاکھوں میں ہیں۔ ان میں بھی شمالی بہار اور مغربی بنگال کے اضلاع پر آپ کی خصوصی توجہ تھی جہاں کے عوام وخواص آپ سے بڑی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔

روزنامہ انقلاب منگل 17 /اکتوبر، 2017ء کو آپ کے عرس چہلم کے موقع پر **اشاعت خاص** کا اہتمام کر رہا ہے۔ جس میں حضور عالی کی حیات وخدمات، کشف وکرامات، منہج ودعوت وتبلیغ اور اوصاف وکمالات پر مستند اصحاب قلم کے مضامین شامل ہوں گے۔ خانقاہ سمرقندیہ کی تاریخ، قطب الاقطاب مولانا سید شاہ فدا محمد عبدالکریم معروف بہ ''مولانا سمرقندی'' اور ان کے مشائخ کے احوال وآثار اور ممتاز شعراء کے منظوم خراجہائے عقیدت بھی شائع کیے جائیں گے۔ آپ بھی اس **خصوصی ضمیمہ** میں حصہ لے سکتے اور اس تاریخی یادگار کا حصہ بن سکتے ہیں۔

اپنے کاروبار کے اشتہارات اور خراج عقیدت کی اشاعت کے لیے رابطہ کریں:

محمد عقیل **9120011222** aqeel@inquilab.com

تسنیم کوثر (بھاگلپور): 9430424803 رضا وارث (سہرسہ) 9006430238

توصیف عالم (پورنیہ): 8084216220 انس رحمانی (کشن گنج) 9546786955

مرشد عالم (کٹیہار): 9534775635 عبدالغنی (ارریہ): 9931222982

غلام سرور (جموئی): 9472287535

THE INQUILAB

انقلاب

قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف (اقبالؔ)

http://epaper.inquilab.com

4.00 20 Pages • Patna • Tuesday, October 17, 2017 • Vol.No.04 • Issue No.104

۴روپے ۲۰صفحات • پٹنہ • منگل، ۱۷؍اکتوبر ۲۰۱۷ء • ۲۶؍محرم الحرام ۱۴۳۹ھ • جلد نمبر۴ • شمارہ نمبر ۱۰۴

حیات وخدمات سراج الاولیا حضور عالی مولانا الحاج سید شاہ نور علی نور اللہ مرقدہ

عرس چہلم آج

از: رہبر شریعت وطریقت حضرت مولانا سید شاہ شمس اللہ جان مصباحی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سمرقندیہ، دربھنگہ

ابا حضور، محسن وکرم فرمائے من، متاع وسامان حیات، شیخ طریقت سراج الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ نور علی صاحب قبلہ معروف بہ ''حضور عالی/ بڑے حضور'' علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ سمرقندیہ، دربھنگہ کا 21؍ذی الحجہ، 1438ھ مطابق 12؍ستمبر 2017ء، منگل کی شب 10:56 پر وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ابا حضور کا وصال میرے وجود پر غم کا ایک کوہ گراں گر پڑنے کے مانند ہے جو کہ فطری ہے، لیکن صبر ورضا ہمارا شعار ہے اور اسی راہ پر ہم بفضلہ تعالیٰ گامزن ہیں۔ وصال کے دن ہی سے حضور عالی سے وابستہ لوگ کثرت سے تعزیت کے لیے آرہے ہیں جو سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ایسی مصروفیت میں چند احباب ومریدین کے بے حد اصرار پر حضور عالی کی حیات وخدمات پر چند سطور حاضر ہیں۔ انشاء اللہ العزیز کبھی تفصیل کے ساتھ لکھنے کی بھی سعادت حاصل کروں گا۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت 1328ھ 1907ء میں اپنے آبائی وطن دیہہ سادات ضلع زُرمت (افغانستان) میں ہوئی۔

نام، عرف اور لقب: آپ کا نام سید نور علی ہے۔ عرف حضور عالی، بڑے حضور اور لقب سراج الاولیاء ہے۔ ''حضور عالی'' اور ''بڑے حضور'' سے معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بنگال میں عام طور سے صاحب وجاہت ومرتبت حضرات کو ''حضور'' کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہلدی باڑی کے ایک مزار کو وہاں کے لوگ ''حضور کا مزار'' کہتے ہیں اور کولکاتا کی ایک معروف خانقاہ کے بانی کے پانچ صاحبزادگان کو ''پانچ حضور قبلہ'' کہا جاتا ہے۔ چونکہ ''حضور'' کا لفظ عظیم المرتبت افراد کے لیے بنگلہ زبان میں عام ہے، اس لیے ابا حضور خاص طور سے بنگال میں ''حضور عالی'' اور ''بڑے حضور'' سے معروف رہے۔ گویا کہ بنگالی اہل محبت کی زبان میں یہ ہمارے بڑے حضرت ہیں۔ سراج الاولیاء کا لقب اصحاب ارادت وعقیدت میں سے خاص اہل علم مخلص حضرات نے دیا ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے ابا حضور میں وہ خصائص الخواص ضرور دیکھے ہوں گے جن کی وجہ سے آپ سراج بزم ولایت ہیں۔ اس بارے میں میں بھی بہت کچھ بیان کرسکتا ہوں لیکن ایک بیٹا ہونے کے ناطے میں خاموش رہنا ہی زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ مجھ پر ''پدرم سلطان بود'' کا الزام نہ لگے اور پھر یہ ہمارے مشائخ کا طریقہ بھی نہیں۔ احوال ومقامات مخفی رہیں یہ ہمارے مشائخ کی تعلیم ہے۔

آباء واجداد: آپ کے والد ماجد غواص بحر معرفت حضرت سید شاہ عبد العلی علیہ الرحمہ ہیں، عم محترم ہادی شریعت وطریقت حضرت سید شاہ عبد الہادی علیہ الرحمہ اور جد کریم زبدۃ العارفین قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ فدا محمد عبد الکریم معروف بہ ''مولانا سمرقندی'' اعلیٰ اللہ مقامہ ہیں۔ اول الذکر دونوں بزرگ اسی خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہیں جبکہ حضرت قطب الاقطاب دربھنگہ کے مشہور بزرگ حضرت بھیکا شاہ سیلانی کی قبر سے متصل مدفون ہیں۔ مزارات مرجع خلائق وفیض گاہ عام وخاص ہیں۔

شجرۂ نسب: آپ حسینی سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب 36 واسطے سے سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ان کے واسطے سے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

تعلیم وتربیت: آپ نے عربی، فارسی اور دینیات کی ابتدائی تعلیم افغانستان میں اپنے وطن ہی میں حاصل کی۔ تقریباً 14 سال کی عمر ہوئی تو اپنے والد ماجد اور عم محترم کے ہمراہ افغانستان سے دربھنگہ تشریف لائے اور پھر دربھنگہ کے ایک معروف دینی ادارے 'دارالعلوم حمیدیہ' قلعہ گھاٹ میں معقولات ومنقولات کی کتب متداولہ کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی۔ آپ خود کو خیرآبادی سلسلۂ تدریس کے تلامذہ میں شمار کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ''میں خیرآبادی ہوں اور خیر پھیلانا میرا کام ہے''۔

بیعت وارادت: آپ کے پیر ومرشد شیخ طریقت ومعرفت حضرت سید میرا جان آغا رحمۃ اللہ علیہ (پنجوائی، قندھار، افغانستان) ہیں جن سے آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ مزید برآں آپ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا شجرۂ خلافت واجازت یہ ہے: سید نور علی عفی اللہ عنہ، قدوۃ السالکین سید میرا جان آغا، مخدوم حاجی مولانا رمضان اخند، شیخ جانان اخند، شیخ مولانا عبد الحق اخند معروف بہ ''کاکا قندھاری''، مولانا روح اللہ اخند، مولانا محمد عیسیٰ اخند کدنوی، قبلۃ العاشقین شاہ غلام علی دہلوی (مرید وخلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں) سے ہوتا ہوا سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

ہندوستان میں ورود: آپ پہلی مرتبہ 14 سال کی عمر میں تقریباً 1921ء میں اپنے والد ماجد اور عم محترم کے ہمراہ ہندوستان آئے اور یہاں دربھنگہ کے معروف تاریخی درسگاہ ''دارالعلوم حمیدیہ'' میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد پھر آپ افغانستان واپس چلے گئے اور اپنے پیر ومرشد شیخ طریقت ومعرفت حضرت سید میرا جان آغا رحمۃ اللہ علیہ (پنجوائی، قندھار، افغانستان) سے سلوک ومعرفت کے اعلیٰ منازل ومقامات طے کیے۔ سلوک ومعرفت کے منازل کی تکمیل کے بعد آپ کے پیر ومرشد نے آپ کو آپ کے جد کریم کی خانقاہ سنبھالنے کے لیے ہندوستان جانے کا حکم دیا اور ادھر جد کریم زبدۃ العارفین قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ فدا محمد عبد الکریم معروف بہ ''مولانا سمرقندی'' اعلیٰ اللہ مقامہ بانی خانقاہ سمرقندیہ، دربھنگہ کی جانب سے بھی روحانی اشارہ ہوا۔ چنانچہ آپ دوبارہ ہندوستان تشریف لائے۔ جب آپ دوبارہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کے والد بزرگوار غواص بحر معرفت حضرت سید شاہ عبد العلی علیہ الرحمہ (سجادہ نشین خانقاہ سمرقندیہ) اور عم محترم ہادی شریعت وطریقت حضرت سید شاہ عبد الہادی علیہ الرحمہ وصال کرچکے تھے۔ خانقاہ میں تشریف لانے کے بعد اپنے پیر ومرشد کے حکم کی تعمیل میں اور جد کریم کی روحانی اجازت سے آپ نے خانقاہ کی سجادگی سنبھالی۔ اس بار آنے کے بعد آپ خلق خدا کی رشد وہدایت کے لیے مکمل طور سے یہیں مقیم ہوگئے اور اب آپ اپنے وطن افغانستان اپنے اہل وعیال سے ملنے مہمان کے طور پر جاتے۔

خانقاہ کی تعمیر جدید: سجادگی سنبھالنے کے بعد آپ نے خانقاہ، مسجد اور روضۂ مولانا سمرقندی علیہ الرحمہ کی تعمیر جدید کی۔ اپنے والد ماجد اور عم محترم کے مزارات کی ایک روضے کی شکل میں تعمیر کرائی۔ ایک دینی درسگاہ 'دارالعلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ' کی بنیاد ڈالی تاکہ ''خوشا مسجد ومدرسہ وخانقاہے'' کا قول پورے طور سے صادق آئے۔ آپ ضروری عصری تعلیم کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم میں 'شعبۂ کمپیوٹر' بھی کھلوایا اور دارالعلوم میں فضیلت تک کی تعلیم کا انتظام کرکے اسے ایک اعلیٰ دینی تعلیمی ادارہ بنایا۔

جد کریم مولانا سمرقندی کے آباد کردہ خانقاہی نظام کی تعمیر وتشکیل یہ بھی ہے کہ آپ اپنی خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کا خوب خیال رکھتے تھے اور ان کی خاطر وتواضع میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ خانقاہ کے واردین، شہر کے ملنے والوں اور طلبہ کو دینی پند ونصائح کرتے رہتے، صوفیہ کے قصص وواقعات اور حیات وخدمات سناتے اور اس بے راہ روی کی دنیا میں دین وسنیت اور صوفیہ کے مسلک ومنہاج پر قائم رہنے کی سختی سے تلقین کرتے۔ جن مریدین کو سلوک ومعرفت کے دلدادہ پاتے انہیں لطائف ووظائف سکھاتے۔

دعوتی وتبلیغی خدمات: آپ کی دینی، دعوتی، تبلیغی اور سماجی خدمات کا زمانہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ خانقاہ عالیہ سمرقندیہ کی سجادگی پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے اپنے اسلاف کی روش پر خاموشی وسنجیدگی اور متانت کے ساتھ دین وسنیت اور تصوف کی نشر واشاعت میں خود کو لگا دیا اور سماجی اصلاحات کی بھرپور کوششیں کیں۔ آپ نے اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر دعوت وتبلیغ کے لیے بنگال وبہار کے پسماندہ علاقوں کا انتخاب کیا۔ اس راہ میں آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ کے انوکھے دعوتی اسلوب اور حکمت ودانش مندی کی وجہ سے یہ تمام مشکلات آپ کے سامنے ہیچ ہوکر رہ گئیں۔ دنیوی اعتبار سے مہذب اور ماڈرن لوگوں کو دیندار بنانے اور غیر مہذب لوگوں کو دین اور تہذیب سکھانے کا ہنر کوئی آپ سے سیکھتا۔ آپ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ بولتے کم تھے اور عمل کرکے زیادہ دکھاتے تھے۔ آپ زمین پر اتر کر اور گھر گھر پہنچ کر دعوت وتبلیغ کرنے کے قائل تھے۔ ہر شخص کی دلجوئی اور پھر اس بہانے اسے دین سے قریب کرنے کے فراق میں آپ ہمیشہ رہتے۔ علاقہ اتر دیناج پور و اطراف (سیمانچل) میں آپ کی دعوت وتبلیغ کے زریں کارنامے دیکھے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کولکاتا، ممبئی، دہلی، بہار، جھارکھنڈ حتی کہ پڑوسی ملک نیپال میں جہاں جہاں تک آپ کی رسائی ہوئی آپ نے دینی دعوت کا فریضہ اپنے حکیمانہ انداز میں انجام دیا۔ افغانستان اور پاکستان میں بھی آپ نے اپنے وابستگان اور مریدین کی حتی الامکان احسن طور پر اصلاح وتربیت کی۔ شہر دربھنگہ کے لوگ بھی جہاں خانقاہ سمرقندیہ واقع ہے کثرت سے آپ سے وابستہ تھے اور آپ اپنے صوفیانہ حسن اخلاق اور دینی کردار وعمل سے ان کی اصلاح وتربیت کرتے تھے اور انہیں موقع بموقع دین کے لیے پند ونصائح کرتے رہتے تھے جن کے اثرات ملنے والوں میں بخوبی محسوس کیے جاتے ہیں۔ اپنے شہر میں دعوت کا کام کتنا مشکل ہوتا ہے اسے دعوت سے جڑے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

آپ کو اہل سنت وجماعت کے تمام مشائخ، علما اور دعاۃ سے محبت تھی اور سب کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کسی کو کچھ کہے بغیر اپنا دعوتی مشن جاری رکھنے کے قائل تھے اور اس اصول پر زندگی بھر عمل پیرا بھی رہے۔ کبھی بھی اس سے انحراف نہیں کیا۔ بہار وبنگال کی منتخب کردہ بنجر زمینوں میں دین وسنیت کے پھول کھلانے کے لیے جو مساعی جمیلہ آپ نے کی ہیں وہ لائق تحسین اور قابل تقلید ہیں۔ آج ان علاقوں میں دین کے کثیر گلشن آباد ہیں جن کی خوشبوؤں سے پوری فضا معطر ہے۔ خاندانی وجاہت ومرتبت، سجادہ نشینی اور مریدوں کی کثرت کا آپ نے کبھی بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ اس پر کبھی نازاں ہوئے بلکہ ہمیشہ پوری متانت وسنجیدگی اور تواضع وانکساری کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے نئے آفاق کی تلاش میں لگے رہتے اور مجھے بھی آپ نے اسی کا ہمیشہ درس دیا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح اور انہیں دین سے حتی الوسع قریب کرنا آپ کی زندگی کا مشن تھا جس میں آپ بفضلہ تعالیٰ کامیاب بھی ہوئے۔ دعوت کے لیے مشکل زمینوں کا انتخاب کرنا آپ کو زیادہ پسند تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسے علاقوں کو لوگ مشکلات کی وجہ سے نظر انداز کردیتے ہیں بلکہ بعض تو جانا تک گوارہ نہیں کرتے کہ ان علاقوں میں جاکر کون دماغ سوزی اور جگر کاوی کرے۔

آپ نے خصوصی طور پر بہار وبنگال میں منعقدہ بے شمار عظیم وتاریخ ساز علاقائی، ریاستی اور ملکی دینی کانفرنسوں اور اجلاسوں کی سرپرستی وصدارت بھی کی جن میں علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ چمن قادری قاضی بُندی، پرتوِ رازی علامہ حبیب اشرف سنبھلی، علامہ شاہد رضا مرادآبادی، علامہ مظفر حسین ظفر ادیبی (استاد جامعہ اشرفیہ)، بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں کچھوچھوی، رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مجمع البحرین مفتی عبید الرحمن رشیدی، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی، مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین (سابق ایم پی)، علامہ ابو الوفا فصیحی غازی پوری، شمس العلماء مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی، استاذ العلما حسان العصر علامہ شبنم کمالی، فقیہ العصر مفتی ایوب مظہر رضوی، شیر بہار مفتی اسلم رضوی، شیر نیپال مفتی جیش برکاتی، علامہ سید کوثر ربانی وغیرہم جیسے مشائخ عظام وعلمائے کبار شریک رہے جن سے آپ کی ملاقاتیں رہیں اور ان میں سے اکثر سے جانبین سے علمی وروحانی گفتگوئیں ہوئیں۔ آج بھی خواص اہل ارادت ان ملاقاتوں کو یاد کرتے ہیں اور ان کا مجھ سے تذکرہ کرتے ہیں۔

آپ کی دینی، دعوتی، تبلیغی اور سماجی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے عزیزی مفتی محفل اشرف برکاتی لکھتے ہیں: بے لوث بلا کسی لالچ کے کبھی بیل گاڑی میں تو کبھی پیدل گاؤں گاؤں، بستی بستی اور قریہ قریہ پہنچ کر حضور عالی (مدظلہ العالی) نے سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو فروغ دیا اور ہزاروں مفلسوں، غریبوں، یتیموں اور بے سہاروں کو سہارا دیا، غرباء کے بچوں کو بہار وبنگال کے پسماندہ طبقے سے خانقاہ بلوا کر زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور انتہائی جہالت والے گاؤں کے لوگوں کو تہذیب وتمدن سے آگاہ کیا۔ نیز بہت سارے بدنام زمانہ لوگوں کو اپنے قریب آنے کا موقع دیا، پھر تدریجاً ان کی اصلاح فرمائی۔ (مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی، ص: 224)

مدارس ومساجد کا قیام: آپ نے دینی تعلیم کے فروغ واستحکام اور اللہ رب العزت کی عبادت وریاضت کے لیے کثیر مدارس ومساجد کی بنیاد رکھی۔ خصوصاً علاقہ اتر دیناج پور میں متعدد مدارس ومساجد کا قیام آپ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ پاچھوسیا (ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال) کے ایک مکتب کو دارالعلوم فدائیہ نوریہ کے نام سے دارالعلوم کی شکل میں تبدیل کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے جو آج علاقہ اتر دیناج پور میں دینی تعلیم کے فروغ اور نشر واشاعت میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ آپ کے ذریعہ قائم کردہ چند مدارس ومساجد کے نام درج ذیل ہیں:

مساجد:

(۱) روحانی جامع مسجد، پاچھوسیا، اتر دیناج پور، بنگال
(۲) شمسی جامع مسجد، براٹ نگر، نیپال
(۳) شمس جامع مسجد، چھوسیا، اتر دیناج پور، بنگال
(۴) جامع مسجد ٹیپا گچھ، سوناپور، اتر دیناج پور، بنگال
(۵) روحانی جامع مسجد، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال
(۶) جامع مسجد، مونا گچھ، سوناپور، اتر دیناج پور، بنگال

مدارس:

(۱) دارالعلوم فدائیہ نوریہ، پاچھوسیا، گنجریا بازار، اتر دیناج پور، بنگال
(۲) دارالعلوم نوریہ فیض الغرباء، دُھرا، اتر دیناج پور، بنگال
(۳) مدرسہ نورالاسلام، ٹیپا گچھ مونا گچھ عاقل گچھ، سوناپور، اتر دیناج پور، بنگال
(۴) مدرسہ انوار الاسلام، نور گنج خیر گاؤں، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال
(۵) مدرسہ عالمگیریہ، کھور باڑی، کشن گنج، بہار
(۶) دارالعلوم شمس العلوم، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال
(۷) مدرسہ سمرقندیہ، کٹم پوسہ، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال
(۸) مدرسہ انوار مصطفیٰ پیپل بستی، بلونچہ، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال
(۹) مدرسہ شمس العلوم، صدر وستی، کٹم پوسہ، اتر دیناج پور، بنگال
(۱۰) مدرسہ نورالہدیٰ، لنگڑاڈوبا، اتر دیناج پور، بنگال
(۱۱) مدرسہ نورالاسلام، جامنی گوڑی، اتر دیناج پور، بنگال

آپ نے غالباً 1964ء میں شہر دربھنگہ میں بھی اپنی خانقاہ (واقع محلہ رحم گنج) سے متصل ''دارالعلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ'' قائم کیا۔ یہ ادارہ آپ کی ایک اہم یادگار ہے۔ اس ادارے کے قیام کا مقصد غریب ونادار طلبہ کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ادارہ روز اول سے کمربستہ ہے۔ اب یہ ادارہ بہار کا ایک مایۂ ناز ادارہ ہے جس میں از ابتدا تا فضیلت اور حفظ قرآن مع التجوید کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ ضروری عصری تعلیم کا بھی نظم ہے۔ فی الحال 18 باصلاحیت وتجربہ کار اساتذہ وملازمین اپنی پوری جانفشانیوں کے ساتھ طالبان ملت اسلامیہ کی تعلیم وتربیت مصروف ہیں۔ اعلیٰ جماعت کے طلبہ کو تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم وتدریس کی ذمہ داری حضور عالی نے مجھے بھی تفویض کی تھی اور میں نے حضور عالی کی حیات میں دعوتی اسفار کے استثنا کے ساتھ خانقاہ میں قیام کے دوران یہ ذمہ داری نبھائی بھی اور انشاء اللہ اس ذمہ داری کو میں دیگر فرائض منصبی کے ساتھ تا حیات احسن طور پر نبھاؤں گا۔

اس ادارہ کے فارغین پورے ہندوستان اور بیرون ہند بھی دینی خدمات کی انجام دہی اور صحابہ وتابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، مفسرین وشارحین، مجددین اور صوفیہ وصالحین کے قدیم ومتوارث مسلک حق ''مسلک اہل سنت وجماعت'' کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ یہ ادارہ شب وروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ادارہ کے انتظام وانصرام کے لیے باقاعدہ نگراں کمیٹی وعوامی کمیٹی ہے۔ یہ سب حضور عالی کی انتظامی صلاحیتوں اور دینی تعلیم کے فروغ واشاعت کے لیے ان کی کوششوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے۔

شریعت پر استقامت: آپ شریعت پر استقامت کی ایک زندہ مثال تھے۔ اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب کے ایک پیکر جمیل تھے۔ فرائض، واجبات اور سنن کو مکمل طور پر ادا کرنے والے عابد شب زندہ دار تھے اور معمولات ومراسم اہل سنت واہل تصوف کو نہایت اعتدال کے ساتھ پابندی سے سرانجام دینے والے ایک قابل تقلید شیخ طریقت تھے۔ اس حوالے سے عزیزی مفتی محفل اشرف برکاتی کی یہ سطریں پڑھنے کے لائق ہیں:

''اس وقت اگر چشم بینا ہو اور تعصب کی عینک اتار کر حقیقت کی نظر سے کوئی مشاہدہ کرنا چاہے تو خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ آکر دیکھ لے۔ بظاہر جسم میں جوانی جیسی توانائی وقوت نہ ہونے کے باوجود حسینی سجدہ کا احترام کیسے کیا جاتا ہے، ہر نماز کو ان کے وقتوں پر استقامت کے ساتھ ادا کیسے کی جاتی ہے اور دنیا کی ہر طرح کی الجھنوں کے باوجود شریعت پر استقامت کسے کہتے ہیں، ان تمام جلوؤں کو دیکھنا ہو تو دور رہ کر نہیں بلکہ قریب آکر کوئی دیکھے۔ قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی۔'' (مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی، ص: 207)

حج وزیارت: آپ اپنی حیات میں تین بار کعبۃ اللہ کے حج اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے، دوبار ہندوستان سے اور ایک بار افغانستان سے۔

اوراد ووظائف: آپ ہر روز نماز فجر کے بعد مراقبہ کرتے اور اس کے بعد دلائل الخیرات شریف اور دعائے حزب البحر پڑھتے۔ یہ شغل ایک گھنٹہ تک جاری رہتا۔ اگر سفر نہیں کرتے تو بعد نماز عصر تا مغرب ختم خواجگان قادریہ پڑھتے اور حاضرین سے پڑھواتے۔ سفر کی صورت میں عصر کے بعد والا یہ عمل ترک فرماتے۔ مریدین کو عام طور سے بلاقید صیغۂ خاص درود شریف کا وظیفہ بتاتے اور خواص کو ان کے حسب حال کوئی خاص وظیفہ ورد کرنے کی اجازت دیتے اور بعض کو مراقبہ کرنے اور دلائل الخیرات شریف وغیرہ پڑھنے کی بھی اجازت دیتے۔

اوصاف وخصوصیات: اوصاف وخصوصیات میں میں کیا کیا لکھوں۔ بس اختصار میں یہ ہے کہ آپ ایک منکسر المزاج، متواضع اور متحمل صوفی کامل اور شیخ فرید الزمان تھے۔ جو صاحب چاہیں اہل ارادت سے حقائق دریافت کرکے اس اجمال کی تفصیل کرسکتے ہیں جس کے لیے یقیناً ایک دفتر درکار ہے۔

جود وسخاوت: سوناپور (ٹیپا گچھ، مونا گچھ، عاقل گچھ) ضلع اتر دیناج پور، بنگال میں مدرسہ نورالاسلام ہے جس میں ان دنوں عزیزی حافظ تجمل حسین نوری صدر مدرس کرتے ہیں۔ اس مدرسے کے زیر ملکیت تقریباً 35 بیگھے زمین ہے۔ یہ زمینیں دراصل حضور عالی کی ہیں جو کسی زمانے میں چند مریدوں نے حضور عالی کو ہدیہ کی تھیں لیکن آپ نے تقریباً 25 یا 30 سال پہلے ان زمینوں سے حاصل ہونے والے تمام منافع کا حق مدرسہ نورالاسلام کو دے دیا تاکہ مدرسہ ترقی کرسکے اور مالی مسائل کا شکار ہوئے بغیر علاقے میں بخوبی دین وسنیت کو فروغ دے سکے۔ مدرسہ کو زمینوں کے منافع کا حق دیے جانے کی بات ٹیپا گچھ (سوناپور) کے عزیزی محمد رشید عالم ابن نور الحق سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ 2008 یا 2009 میں اسی مدرسے میں حضور عالی کی دعوت تھی۔ دعوت کے اختتام پر آپ نے مدرسے کی کمیٹی سے مدرسہ کی تعمیر وترقی معلوم کی اور مزید تعمیر وترقی کے لیے انہیں تحریک دی اور درمیان میں یہ بھی فرمایا کہ 'یہ زمینیں تو میری ہیں، چاہوں تو میں لے لوں، پھر فرمانے لگے کہ میں ان زمینوں کو لے کر کیا کروں گا، تم لوگ مدرسے کو اچھی طرح سے چلاؤ، یہی میری خواہش ہے''۔ جود وسخاوت سے متعلق صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ اس تعلق سے کثیر واقعات ہیں۔ اہل محبت وارادت سے یہ واقعات معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

اعتراف عظمت: حضور عالی کی عظمت ومرتبت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت مفتی عبد الواجد نیر قادری دام ظلہ بانی وسرپرست الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''ایک اچھے شیخ طریقت کے اندر جتنے شرائط لازمہ کا پایا جانا ضروری ہے، وہ سب حضور عالی کی ذات مُعلّیٰ صفات میں بدرجۂ اتم موجود ہیں، بلکہ تربیت مریدین ومتوسلین کی صلاحیت خداداد موجودہ سینکڑوں شیوخ سے کہیں زیادہ ہے جس کا سراغ دور رہ کر نہیں بلکہ حضوری کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے'' قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی''۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی کا بیان ہے کہ دینہ، پاکستان کی رضا جامع مسجد میں منعقدہ ایک عظیم الشان اجتماع میں علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ تراب الحق اور علامہ عبد التواب ابن مناظر اعظم اہل سنت مولانا عمر صاحب اچھروی وغیرہم موجود تھے۔ میں نے ان حضرات سے حضور عالی سے متعلق تحقیق کی سب نے ان کی بزرگی وسیادت اور رہبر سنیت ہونے کی تائید کی۔ انہی کا بیان ہے کہ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ شاہ سردار احمد صاحب حامدی علیہ الرحمہ کے افغان نژاد ممتاز تلامذہ ومریدین بھی حضور عالی کی سیادت ومشیخت کی گواہی دیتے تھے۔ (مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی، ص: 34-233)

ہدایات وتعلیمات: آپ اپنے مریدین ووابستگان کو درج ذیل امور کی تعلیم دیتے اور سخت ہدایت فرماتے تھے:

(۱) دین وایمان سب سے قیمتی سرمایہ ہیں جس کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش ضروری ہے۔ لہٰذا عقائد ومعمولات اہل سنت (مسلک اعلیٰ حضرت) پر قائم رہیں۔ بدمذہبوں سے دور رہیں۔

(۲) نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر فرائض وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کریں۔ اس لیے کہ کوئی بھی ریاضت ومجاہدہ ان فرائض کے برابر نہیں۔

(۳) پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں وہ سب جلد از جلد ادا کریں۔ کاہلی نہ کریں کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔

(۴) حرام وممنوع کاموں سے نیز حرام کمائی سے پرہیز کریں۔ خوش اخلاقی، وعدہ وفائی اور سچائی کو اپنا شعار بنائیں۔ قرض سے پرہیز کریں اور ہو تو جلد از جلد ادا کریں کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا۔

(۵) والدین، اولاد، بھائیوں، بہنوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

(۶) قرآن حکیم کی تلاوت کریں اور قرآن کے معنی کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ 'کنزالایمان' کا مطالعہ کریں۔

(۷) دین ودنیا کا ہر کام محض خدا کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دیں۔ جو چیز اپنے لیے پسند کریں وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی پسند کریں۔

(۸) کفر وشرک، جھوٹ، غیبت، فحش گوئی، چغلی، زنا، لواطت، ظلم، خیانت، ریا، تکبر، فاسقوں کی وضع قطع اور ہر بُری خصلت سے پرہیز کریں۔ (مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی، ص: 60-259)

کشف وکرامات: کسی ولی سے کرامت کا ظاہر ہونا ایسے ہی ہے جیسے کسی عالم کامل سے جلالت علم کا ظاہر ہونا۔ حضور عالی سے بہ کثرت کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اہل ارادت عوام وخواص حتی کہ غیر اہل ارادت عوام وخواص بھی ان کے شاہد ہیں۔ میں اس باب میں بھی اپنی جانب سے کچھ نہ کہہ کر دو واقعات ذکر کرتا ہوں جن میں ایک کرامت اور ایک کشف سے متعلق ہے۔ یہ واقعات عزیزی مفتی محفل اشرف برکاتی کی تالیف ''مشائخ نقشبندیہ اور حضور عالی'' میں مندرج ہیں۔ ایک کے راوی عزیزی مفتی سلیم اختر مجددی اور دوسرے کے راوی مولانا عبد الباقی نوری مصباحی ہیں۔

(۱) ایک بار مفتی سلیم اختر مجددی کی دعوت پر حضور عالی ممبئی تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ ماسٹر عبد الرزاق کی قریب الوضع حاملہ بیوی کے بارے میں ڈاکٹر نے یہ فیصلہ سنادیا کہ بچہ پیٹ میں مرچکا ہے۔ لہٰذا پیٹ چاک کرکے آپریشن کے ذریعے بچے کو نکالنا ہوگا۔ اس کی خبر مولانا زاہد الرحمن نوری مدرس دارالعلوم غریب نواز، ملاڈ ممبئی نے حضور عالی کو دی تو آپ نے اپنا ایک جوتا عنایت کیا اور حکم دیا کہ اس عورت کی کمر پر تین جوتے مارو، انشاء اللہ بچہ زندہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ صحیح سالم اور زندہ پیدا ہوا اور الحمد للہ وہ بچہ آج بھی باحیات ہے۔

(۲) مولانا عبد الباقی نوری مصباحی (ساکن گنجریا، اتر دیناج پور، بنگال) سے روایت ہے کہ علاقہ گوال پوکھر (بنگال) میں ایک صاحب کے گھر حضور عالی کی دعوت تھی۔ ان دنوں مرحوم شفیق نوری حضور عالی کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان صاحب کے یہاں حضور عالی کے پہنچنے کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان چنا گیا۔ حضور عالی کے ہمراہ اور بھی لوگ تھے۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا شروع کیا گیا۔ ابھی آپ نے چند ہی لقمے کھائے تھے کہ یکایک دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لیا اور عالم جلال میں فرمایا کہ: ''شفیق ہمیں ایسی دعوت نہیں کھانی ہے، چلو ابھی ہم کو دربھنگہ چلنا ہے۔ خادم خاص شفیق نوری نے دیکھا کہ حضور عالی جلال میں ہیں اور آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں۔ خادم نے عرض کیا حضور تھوڑی دیر آرام فرمالیں۔ حضور عالی آرام کے لیے تشریف لے گئے۔ آرام کے دوران خادم نے بڑی ہمت سے عرض کیا حضور کیا بات تھی کہ حضور نے کھانا تناول نہ کیا اور جلال میں آگئے۔ حضور عالی نے فرمایا: ''کسی ناپاک عورت نے میرا کھانا تیار کیا تھا''۔ جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ واقعی ایک حائضہ عورت نے کھانا بنایا تھا۔ (ص: 246 تا 248)

تفویض خلافت وولی عہدی: حضور عالی نے 29 جمادی الاولیٰ، 1418ھ مطابق 2؍اکتوبر، 1997ء میں اکابر علما، مریدین اور عمائدین شہر کی موجودگی میں خانقاہ عالیہ سمرقندیہ کے احاطے میں منعقد ایک نورانی محفل میں مجھ ناتواں کو خلافت وولی عہدی کی عظیم ذمہ داری تفویض کی۔ خلافت وولی عہدی تفویض کیے جانے کی پوری روداد عزیزی ماسٹر محمد شفیع نوری مرحوم نے ''ذکر تفویض خلافت'' کے نام سے لکھی ہے جو دائرۃ النور، گنجریا بازار، اتر دیناج پور، (مغربی بنگال) سے شائع شدہ ہے۔ ولی عہد ہونے کے ناطے اب سجادہ نشینی کی نہایت اہم ذمہ داری میرے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میں اپنے اسلاف ومشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس ذمہ داری کو نبھا سکوں۔

خلفا ومریدین: خلفا کی لسٹ ابھی تیار نہیں ہوسکی ہے اور مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو ہندوستان کے بنگال، بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ، مہاراشٹر، گجرات، راجستھان اور دہلی میں اور بیرون ہند میں نیپال، پاکستان اور افغانستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دنیا کے مختلف حصوں میں آپ سے وابستہ مریدین، متوسلین اور معتقدین موجود ہیں۔

وصال: ادھر چند سالوں سے آپ درازی عمر کی وجہ سے علیل الطبع ہوگئے تھے۔ علالت کی وجہ سے دعوتی وتبلیغی دورہ بہت کم کردیا تھا۔ البتہ خانقاہ میں جو لوگ ملنے کی خواہش مند ہوتے ان سے ضرور ملتے اور سال میں ایک بار مریدین کے اصرار پر بنگال کا دورہ کرلیتے۔ چونکہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے پاس جانا ہے۔ پس 21؍ذی الحجہ، 1438ھ مطابق 12؍ستمبر 2017ء، منگل کی شب میں 10:56 پر وہ ساعت آہی گئی جب آپ ہم سبھوں کو ظاہری طور پر داغ مفارقت دے کر واصل بحق ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ ہمیں ان کے روحانی فیوض وبرکات سے ہمیشہ مستفیض فرمائے۔

تجہیز وتکفین: وصال کے بعد نماز جنازہ کا اعلان 13؍ستمبر بعد نماز عشاء کا کیا گیا۔ 13؍ستمبر کا وقت عصر ہوتے ہوتے دیوانوں اور عاشقوں کا ایک انبوہ کثیر خانقاہ کے احاطے میں اور اردگرد جمع ہوگیا۔ بہار، جھارکھنڈ، ممبئی، پونہ، دہلی، حیدرآباد اور دیگر مختلف ریاستوں اور شہروں سے علمائے کرام وعوام، معززین شہر دربھنگہ اور بنگال کے امیر سے لے کر غریب اور فقیر سے لے کر وزیر تک سب اپنے شیخ کے آخری دیدار کے لیے حاضر تھے۔ یہ حضور عالی سے ان کی بے پناہ محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضور عالی کو غسل دیا گیا، پھر کفن پہنایا گیا اور عشاء کی نماز پڑھی گئی۔

نماز جنازہ: نماز جنازہ کا اعلان بعد نماز عشاء فوراً 09:30 پر ہوا تھا لیکن لوگوں کی کثرت شرکت کی وجہ سے جن کی تعداد اخباری بیانات کے مطابق ڈیڑھ لاکھ سے زائد تھی نماز جنازہ میں دس منٹ کی تاخیر ہوئی اور 09:40 پر مجھ ناچیز کی اقتدا میں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ سے پہلے میں نے تمام حاضرین ومریدین کو صبر ورضا کی تلقین کی اور اپنے شیخ کی بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست کی۔

تدفین: تقریباً رات 11 بج کر 15 منٹ پر ہم لوگوں نے اشکبار ونمناک آنکھوں کے ساتھ لاکھوں عقیدت مندوں کی موجودگی میں حضور عالی کو الوداع کہا اور اللہ کے بندے کو اللہ کے سپرد کردیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

❖❖❖

خوشا مسجد ومدرسہ وخانقاہے
کہ در وے بود قیل وقال محمد ﷺ

خانقاہ عالیہ سمرقندیہ محلہ رحم گنج، دربھنگہ کے احاطے میں مسجد اور اس کے صحن میں روضہ مبارکہ جس میں اپنے والد ماجد اور عم محترم کے ساتھ حضور عالی مدفون ہیں۔ تصویر میں دارالعلوم فدائیہ کی وسیع وعریض عمارتیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

تقریبات چہلم سراج الاولیا حضور عالی مولانا سید شاہ نور علی قدس سرہ میں خدام ومتوسلین خانقاہ عالیہ سمرقندیہ آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں

اشاعت خاص



عصر حاضر میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم شاخ خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ ایک نامور خانقاہ ہے جس کے مشائخ کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ کا فروغ شمالی بہار و اطراف اور بنگال کے مختلف علاقوں میں وسیع پیمانے پر ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

حضور عالی ایک عظیم صوفیٔ زاہد اور شیخ کامل

جن کی صحبت میں رہنے والوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ آپ اپنے مریدوں کی ہر وقت خیر خواہی میں مصروف رہتے، ان کی دنیا سے زیادہ ان کی آخرت کے لیے فکرمند رہتے تھے اور اپنے مریدین کو صلاح وتقویٰ اور طاعت و نیکی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

ناظم اشرف مصباحی

صوفی کسے کہتے ہیں؟

بزرگان دین اور علما و مشائخ کبار نے جو تعریفیں کی ہیں اور ایک صوفی کے جو اوصاف بتائے ہیں ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ حضرت شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: صوفی وہ ہے جو قلب کی صفائی کے ساتھ صوف پوش یعنی سادہ لباس پہننے والا ہو اور نفسانی خواہشات کو ختم کرکے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑتا ہو اور دنیا کو پسِ پشت ڈال دیتا ہو۔ حضرت عمر بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو پرسکون جسم، مطمئن دل، منور چہرہ، کشادہ سینہ، روشن ضمیر اور تعلق باللہ کی وجہ سے دنیا کی تمام اشیا سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''المُنقِذ من الضلال'' میں فرماتے ہیں: صوفیائے کرام کا طریقہ علم اور عمل کے ذریعہ مکمل ہوتا ہے اور ان کے علم کا حاصل یہ ہے کہ نفس اخلاق مذمومہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہوجائے تاکہ دل غیراللہ سے خالی ہوکر اللہ کے ذکر سے مزین ہوجائے۔

ان اقوال کی رو سے ظاہر ہوا کہ صوفیائے کرام اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن رہتے ہوئے تمام برے اوصاف یعنی غرور، تکبر، حسد، جلن، ریا، بغض، عناد، جھوٹ، چغلی اور غصہ وغیرہ سے پاک اور اخلاق حسنہ کے جامع ہوں۔ جس طرح وہ ظاہر میں صاف وشفاف رہیں اسی طرح ان کا باطن بھی صاف ستھرا ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو اس کے نتیجے میں ان کا چہرہ منور اور دل مطمئن ہوجائے گا اور اللہ تعالی سے تعلق مضبوط ہونے کی وجہ سے دنیا کی محبت ان کے دل سے نکل جاتی ہے اور یہ پاکیزہ صفات بندے زاہدانہ زندگی گزارنے لگتے ہیں۔

زہد کیا ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ زہد کیا ہے؟ تو زہد کا لغوی معنی ہے: ''رک جانا'' اور اصطلاحِ تصوف میں زہد کے معنی ہیں: ''دنیا سے بے رغبتی اور دنیا کی محبت سے دل کا خالی ہونا''۔ دنیاوی محبت اس طرح دل میں پیوست نہ ہو کہ ہر وقت اسی کا دھیان، اسی کا خیال اور اسی کی فکر لگی رہے، بلکہ دنیا کی دوستی سے دوری، دنیا سے دل توڑ لینا اور اسے خیر باد کہہ دینا اور ضرورت بھر اس پر اکتفا کرنا، دنیا کو چھوڑ دینا اور آخرت کو اپنا لینا، غیر خدا سے امید نہ لگانا اور خدا کو اپنا لینا زہد ہے۔ اور ہر شخص اور ہر چیز سے دل توڑ کر فقط خدا سے امید رکھنا زہد کا سب سے بڑا درجہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: کَیْلَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ (سورہ حدید، آیت: ۲۳) یعنی تم ان چیزوں پر افسوس نہ کرو جو تم سے فوت ہوگئی ہیں اور ان چیزوں پر خوش نہ ہو جو تمہیں مل گئی ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ زہد میں صرف تین حروف ہیں: حرفِ (ز) کا معنی زینتِ دنیا کو ترک کرنا ہے، حرفِ (ہ) سے ہوائے نفس یعنی اپنے دل کی خواہش کو چھوڑنا مراد ہے اور (د) سے تمام دنیا کو ترک کرنا مراد ہے۔ جب تو ان چیزوں سے منہ موڑے تو اس وقت زاہد کہلانے کا حقدار ہوگا۔ پس زہد یہ ہے کہ شریعت جس چیز کی اجازت دے اسے اختیار کرے اور باقی سب چھوڑ دے۔

شیخ کامل کے اوصاف:

جب کوئی شخص کسی شیخ کامل کی تربیت میں رہ کر درج بالا اوصاف کا جامع بن جاتا ہے تو اس کے شیخ اسے اجازت و خلافت عطا کرتے ہیں تاکہ وہ خلقِ خدا میں رشد وہدایت کا کام کرے۔ علمائے کرام نے اس مقام پر کہا ہے کہ جو شیخ ہوگا اور بیعت کرے گا ان میں چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے: (۱) زاہد ومتقی ہو، (۲) اہل سنت و جماعت سے ہو، (۳) اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ملا ہوا ہو اور (۴) اتنا علم ہو کہ ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکتا ہو۔

اس کے علاوہ ایک شیخ کامل میں مزید کچھ خوبیوں کا ہونا ضروری ہے جن کے بارے میں حضرت شیخ سعد الدین (وصال: 16/ربیع الاول، 922ھ / 19/اپریل، 1516ء) خیرآبادی علیہ الرحمہ اپنی مایہ ناز تصنیف شرح الرسالۃ المکیۃ ''مجمع السلوک'' میں شیخ کی تلاش کرنے والے مبتدی کے لیے ارشاد فرماتے ہیں: جب کوئی طالبِ مولیٰ کسی شیخ کے پاس پہنچے تو اُسے چاہیے کہ احتیاط کرے اور شیخ کو پہچاننے کی کوشش کرے کہ کیا یہ شیخ کسی بدکردار کی اصلاح کرسکتا ہے اور یہ کہ کیا یہ مقتدا بننے کے قابل ہے؟ یعنی یہ دیکھے کہ اس کی صحبت اور اس کی نظر کی تاثیر سے فسق و فجور میں مبتلا افراد اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں یا نہیں اور صلاح وتقویٰ اور طاعت و نیکی اختیار کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کے اعمال، شریعت وطریقت کے موافق ہیں یا مخالف؟ اگر یہ دونوں اوصاف اس شیخ کے اندر موجود پائے تو اس کی ارادت میں داخل ہوجائے اور خود کو شیخ کا محکوم بنادے اور ایسا ہوجائے جیسے مردہ، غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ (مجمع السلوک، ج:1، ص:401، شاہ صفی اکیڈمی، الہ آباد)

صوفیِ زاہد و شیخ کامل:

مذکورہ بالا خوبیوں کی روشنی میں جب ہم شیخ طریقت، سراج بزم اولیاء حضرت مولانا سید نور علی شاہ عرف ''حضور عالی'' رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہیں تو آپ کے اندر یہ تمام خوبیاں موجود پاتے ہیں۔ آپ بلاشبہ ایک صوفی باصفا تھے۔ اس کے سارے اوصاف آپ کے اندر پائے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ ایک زاہد بھی تھے جنہوں نے اس دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے محبت نہیں کی، بلکہ اپنی خانقاہ کی روایت کے مطابق دنیا سے بے نیاز ہوکر خلق خدا کی خدمت میں لگے رہے۔ آپ کی پوری زندگی سادگی میں گزری حتی کہ دور سے دیکھنے والا اجنبی شخص بھی آپ کے رہن سہن کی سادگی کو دیکھ کر آپ کے تقویٰ وطہارت کا اندازہ لگالیتا تھا اور ایسا نہیں کہ یہ محض ظاہری طور پر دکھاوے کے لیے تھا اور باطن میں کچھ اور تھا جیسا کہ آج پیری مریدی کے نام پر عوام کو بے وقوف بنانے والے جعلی پیروں کا حال ہے، بلکہ آپ کا ظاہر و باطن دونوں یکساں تھا۔ یہی نہیں، بلکہ آپ کے اندر ایک شیخ کامل کی بھی خوبیاں موجود تھیں۔ چنانچہ آپ کی صحبت میں رہنے والوں کی زندگیاں بدل گئیں، آپ اپنے مریدوں کی ہر وقت خیر خواہی میں مصروف رہتے، ان کی دنیا سے زیادہ ان کی آخرت کے لیے فکرمند رہتے تھے اور اپنے مریدین کو صلاح وتقویٰ اور طاعت و نیکی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

ہندوستان میں صوبۂ بنگال و بہار اور اس میں بھی دیناج پور و اطراف (سیمانچل) کا علاقہ معاشی، تہذیبی، ثقافتی، دینی، روحانی، علمی اور عملی اعتبار سے بہت زیادہ پسماندگی کا شکار رہا ہے۔ آپ نے اس علاقے پر خصوصی توجہ فرمائی۔ بہت سے ایسے علاقے جہاں کے لوگوں کا معاشی ذریعہ لوٹ کھسوٹ اور چوری و رہزنی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا، ان علاقوں میں جاکر آپ نے خاموش دعوت و تبلیغ کی اور نہایت ہی تدبر و برداشت اور حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کی۔ سب سے پہلے بااثر گھرانوں میں آنا جانا شروع کیا۔ جب ان میں تبدیلی ظاہر ہوئی تو دوسرے چھوٹے گھرانوں میں بھی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ اب لوگوں میں چھوٹے بڑے کا فرق ختم ہوگیا ہے تو گھر گھر جاکر حکمت کے ساتھ دین پر ان کے سامنے عمل کرکے دکھایا۔ آپ نے اپنے دوروں میں بھی اپنے معمولات کی پابندی نہیں چھوڑی، فرائض و واجبات کے ساتھ اوراد و وظائف، ذکر و اذکار، نماز تہجد وغیرہ کی بھی پابندی جاری رکھی جس نے لوگوں میں عمل کا جذبہ پیدا کردیا اور دین کی طرف جھکنے لگے۔ حتی کہ آج حال یہ ہے کہ اس طرح کے گاؤں کی پوری شبیہ ہی بدل کر رہ گئی ہے۔ جن علاقوں میں لوٹ کھسوٹ ذریعہ معاش رہی ہو ان علاقوں میں دینی مدارس کھل گئے اور دین کا کام ہونے لگا ہے۔ بارہا علما نے آپ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوششیں کیں، لیکن آپ نے فراست مومنانہ کے ساتھ ان سب کو درگذر کرکے اپنے مریدین کی تربیت اور اصلاح میں لگے رہے۔ آپ کی فراست اور تدبر کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بالخصوص ضلع اتر دیناج پور و اطراف (سیماچل) کے علاقوں میں سنیت محفوظ ہے، بلکہ علمی، عملی، روحانی اور تہذیبی اعتبار سے کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ ایسے زاہد اور شیخِ کامل کی رحلت یقیناً اس امت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(مضمون نگار شاہ صفی اکیڈمی، الہ آباد کے رکن ہیں)



خانقاہ سمرقندیہ کی مسجد کا ایک اندرونی منظر اور اس سے متصل حجرہ مبارکہ حضور عالیؒ

محبت واخوت اور امن عالم کے سفیر

آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے آپ کے اس شفقت بھرے انداز کو کبھی نہیں بھلا سکتے کہ خلق خدا کا اژدہام آپ کی بارگاہ میں اپنے مسائل پیش کرنے کے لیے کھڑا ہے اور آپ ہر ایک سے اس کا مسئلہ سن کر حل فرماتے اور کانوں کے اوپر سر کے کنارے پر ہلکی سی چپت لگا کر دم کر کے رخصت کرتے جاتے ہیں۔

قاری اسحاق انجم

امن وخوت اور محبت وآشتی اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہیں۔ اسلام میں پہلے 'سلام' پھر 'کلام' کی ترغیب آئی ہے۔ السلام علیکم کے صرف یہ معنی نہیں ہیں کہ تم پر سلامتی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ تم میری طرف سے محفوظ و مامون ہو۔ اسلام میں ہر کام شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، جس میں اللہ کے دو صفاتی نام یعنی رحمن ورحیم بھی شامل ہیں، یعنی اللہ جس کے نام سے ہم نیک کاموں کا آغاز کرتے ہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ حدیث پاک میں ایک مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۰) یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے جبکہ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: المسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی بھی انسان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے خواہ وہ دین اسلام کا پیروکار ہو یا کسی اور مذہب کا۔ اسلام ظلم کو کسی حالت میں اور کسی بھی نام اور عنوان سے برداشت نہیں کرتا۔ اسلام میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کے برعکس یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ اسلام دنیا میں آیا ہی ظلم کے استیصال اور اس کی بیخ کنی کے لیے، خواہ وہ کسی بھی سطح پر موجود ہو۔ حدیث میں ہے من آذی الناس آذی اللہ (جس نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی)۔ ظاہر ہے اللہ کی ناراضگی کوئی مرد مومن گوارہ نہیں کرسکتا۔ حدیث بالا میں کسی مذہب وملت کی قید نہیں ہے، بلکہ اس کا دائرہ ساری انسانیت پر محیط ہے۔

تصوف اور انسانیت: تصوف اسلام کی روح ہے جس میں اسلام کی ساری تعلیمات پر بدرجۂ اتم عمل ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام عبادات و معاملات اور اخلاقیات و معاشرت وغیرہ اسلامی تعلیمات کے نہ صرف داعی ہوتے ہیں بلکہ ان پر عامل بھی ہوتے ہیں۔ یہ نفوس قدسیہ امن واخوت، محبت وآشتی اور انسانیت کی دعوت عام کرنے کے ساتھ خود بھی سراپا امن ومحبت بن جاتے ہیں اور ماننے والوں میں بھی یہ خوبی پیدا کردیتے ہیں۔ ان کی بارگاہ میں امیر وغریب، رنگ ونسل اور ذات پات وغیرہ کے خانوں میں انسانوں کو بانٹا نہیں جاتا بلکہ ان کی نگاہ میں سب کے سب اللہ رب العزت کے بندے ہیں، سب کو اللہ نے پیدا کیا، سب کو اللہ روزی دیتا ہے تو اللہ کے بندوں میں تفریق کیسی؟ وہ بلا کسی تفریق ہر انسان سے محبت کرتے ہیں اور ان کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں اور وہ حدیث پاک الخلق عیال اللہ (ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہیں) کو ہر وقت اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں۔

موجودہ عہد اور امن عالم: انسانیت کے لیے ہر زمانے اور عہد میں اور ہر جگہ امن وشانتی کی ضرورت رہی ہے۔ ہر قوم میں ایسے داعی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے قتل وغارت گری اور فساد برپا کرنے والوں کی مذمت کی ہے لیکن اس کے باوجود دنیا شر پسندوں اور امن وسکون کو غارت کرنے والوں سے خالی نہیں ہے بالخصوص موجودہ عہد میں جب کبھی غصہ کے زیر اثر، کبھی غیرت کے نام پر اور کبھی حکومت یا ذاتی مفادات کے لیے معاشرے کا امن وسکون غارت کیا جانا عام ہے۔ اس سے بھی زیادہ کربناک پہلو یہ ہے کہ جو لوگ بظاہر امنِ عالم کے داعی ہیں وہی لوگ بڑے پیمانے پر قتل وغارت گری اور نسل کشی کرتے اور تباہی مچاتے نظر آتے ہیں۔ ایک طرف چند شاطر بڑی طاقتوں نے دہشت گردی کے خلاف مہم چھیڑ رکھی ہے تو دوسری طرف اپنے مفادات کے لیے دہشت گرد تنظیموں کی پشت پناہی کی جارہی ہے، بلکہ در اصل یہی طاقتیں ہیں جو ان تنظیموں کو وجود میں لاتی ہیں۔ ایسے ماحول میں دنیا کو ضرورت ہے ایسے مخلص اور حقیقی امن پسند لوگوں کی جو پورے عالم میں اپنی گفتار و کردار کے ذریعے امن کو عام کرے اور محبت کو فروغ دے۔

حضور عالی اور امن عالم: اس تناظر میں جب ہم شیخ طریقت سراج الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ نور علی معروف بہ 'حضور عالی' نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات کو دیکھتے ہیں تو آپ موجودہ پُرتشدد عہد میں محبت و انسانیت اور امن عالم کے ایک عظیم سفیر کی حیثیت سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ کی پوری زندگی خاموش اور پرامن دعوت وتبلیغ اور فروغ محبت واتحاد میں گزری۔ مشرقی ہند کے بہار و بنگال میں کثرت سے آپ کے دعوتی وتبلیغی اسفار ہوئے۔ ان علاقوں میں سنیت کی حفاظت کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ آپ کے دورے دعوتِ دین وسنیت کے ساتھ امن وسلامتی اور محبت کے فروغ کے لیے کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ جب دو مریدوں میں جھگڑا ہوجاتا اور قریب ہوتا کہ ان دونوں کے جھگڑے پورے گاؤں کو اپنے لپیٹ میں لے لیتے آپ کی نصیحتوں کی وجہ سے وہ یکسر ختم ہوجاتے۔ شہر دربھنگہ میں آپ کی ذات ایک عادل فیصل کی حیثیت سے بھی متعارف تھی۔ جب دو گروہوں میں تنازع ہوجاتا تو اس کو حل کرنے کے لیے حضور عالی کی ذات اہم کردار ادا کرتی نظر آتی۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ جب بھی کسی علاقے کے دورے سے آپ واپس لوٹتے وہ علاقہ چند دنوں میں امن وشانتی کا گہوارہ بن جاتا۔ آپ جہاں بھی جاتے سراپا امن ومحبت بن کر جاتے اور امن پھیلاتے۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ پاکستان میں بھی آپ کے معتقدین کثرت سے موجود ہیں۔ وہ بھی آپ کے فیوض سے مستفیض ہیں۔ آپ کی صحبت میں رہنے والے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے آپ کے اس شفقت بھرے انداز کو کبھی نہیں بھلا سکتے جب خلق خدا کا اژدہام آپ کی بارگاہ میں اپنے مسائل پیش کرنے کے لیے لائن لگا کر کھڑے رہتا اور آپ ہر ایک سے اس کا مسئلہ سن کر اسے حل فرماتے اور کانوں کے اوپر سر کے کنارے پر ہلکی سی چپت لگا کر دم کرکے انہیں رخصت کرتے تھے۔ یقیناً آپ موجودہ عہد میں امن عالم کے ایک عظیم داعی اور سفیر تھے اور آج دنیا اس عظیم داعیِ امن سے محروم ہوچکی ہے۔ اللہ ہمیں ان کے طریقے پر چلتے ہوئے دنیا کے لیے باعث امن ومحبت بنائے۔ آمین۔

(مضمون نگار مدرسہ غوثیہ نوریہ، کیتہ ڈیہہ، ٹاٹانگر جمشید پور کے مہتمم ہیں)

خانقاہ عالیہ سمرقندیہ اور دارالعلوم فدائیہ کا ایک مختصر تعارف

منظر محسن پورنوی

سراج الاولیاء حضرت علامہ الحاج الشاہ سید نور علی صاحب معروف بہ ''حضور عالی'' کے جد اعلیٰ، قطب الاقطاب سید شاہ مولانا فدا محمد عبد الکریم رحمہ اللہ معروف بہ ''مولانا سمرقندی'' (وصال 1897 / 1315) بہ اشارہ غیبی افغانستان سے مختلف مقامات متبرکہ کی زیارت کرتے ہوئے 1291ھ / 1873ء میں دربھنگہ بہار تشریف لائے اور بی بی ولایت صاحبہ کی سرائے میں فروکش ہوئے۔ بی بی ولایت صاحبہ کا تعلق ایک دولت مند گھرانے سے تھا وہ نہایت دین دار، مخیر اور خداترس خاتون تھیں، لیکن اسے مشیت الٰہی کہیے کہ بی بی صاحبہ لاولد تھیں۔ وہ مولانا سمرقندی کی بزرگی وتقویٰ شعاری سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئیں۔ بیعت سے مشرف ہونے کے بعد موصوفہ نے آپ کے لیے ایک خاص مکان ہدیہ کیا اور اسی سے متصل ایک دوسرے مکان کو بی بی صاحبہ کی اجازت سے منہدم کرکے ایک مسجد بنوائی گئی۔ مرحومہ بی بی صاحبہ نے اپنا تالاب اور مزید کچھ اراضی خانقاہ عالیہ اور اس کی مسجد کے لیے وقف کردی جس پر حضرت مولانا سمرقندی نے ''خانقاہ عالیہ سمرقندیہ'' کی بنیاد رکھی۔ گزشتہ 148 برسوں سے یہ خانقاہ آباد اور مرجعِ خلائق ہے۔ حضرت مولانا سمرقندی کے خلفا احکام شریعت وطریقت کے مطابق خلق خدا کی رشد وہدایت اور تعلیم وتربیت میں ہمہ تن مصروف رہے اور ہیں، دوروںزدیک کے تشنگان علوم ظاہری وباطنی ان کے چشمۂ فیضان سے سیراب ہوئے اور ہورہے ہیں۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ خانقاہ اور مسجد کی تعمیر حضرت مولانا سمرقندی ہی کی حیات میں ہوئی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے وارثوں اور جانشینوں کے زیر نگرانی وقتاً فوقتاً ان کی توسیع وتجدید کی گئی۔ ماضی قریب میں سراج الاولیاء حضرت علامہ الشاہ سید نور علی صاحب معروف بہ حضور عالی رحمہ اللہ نے خانقاہ عالیہ اور مسجد کی تعمیر نو کرائی اور خانقاہ سے ملحقہ مدرسہ کی وسیع وعریض عمارتیں بھی آپ کی عظمت کا خطبہ پڑھتی نظر آتی ہیں۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ تعلیم وتربیت کے عمدہ اہتمام ہی سے ایک ترقی یافتہ اور خوشحال معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ صوفیۂ کرام نے ہمیشہ تعلیم وتربیت پر زور دیا ہے اور علم سے دوری کو باعث ہلاکت گردانا ہے جیسا کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کو ان کے پیر ومرشد حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے حصولِ علم کی تلقین فرمائی اور دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اللہ تجھے صاحبِ حدیث صوفی بنائے، صوفی صاحبِ حدیث نہ بنائے''۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف صوفی عبقری عالم دین امام غزالی فرماتے ہیں کہ: اس دعا میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص علم حاصل کرکے صوفی بنتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے۔ اسی خطرے سے بچانے اور ملک وملت میں نورِ علم پھیلانے کے لیے قبلہ حضور عالی نے 1338ھ مطابق 1964ء میں اپنے جد امجد بانی خانقاہ قطب الاقطاب مولانا سید شاہ فدا محمد عبد الکریم معروف بہ مولانا سمرقندی قدس سرہ کے نام سے دارالعلوم فدائیہ قائم فرمایا جو کہ خانقاہ عالیہ سمرقندیہ سے ملحق ومتصل ہے۔ یہ ادارہ نصف صدی سے پوری آب وتاب کے ساتھ مذہب اسلام اور سوادِ اعظم مسلک اہل سنت وجماعت کے تحفظ اور ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہے۔ دارالعلوم کے فارغین ملک وبیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم میں شعبۂ تجوید وقرأت اور شعبۂ عالمیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ ضروری عصری علوم وفنون کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ماہرین علم وادب اساتذہ کے علاوہ موجودہ سجادہ نشینِ خانقاہ سمرقندیہ شمس دین وملت حضرت علامہ سید شمس اللہ جان مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ، جو ادارہ مذکورہ کے سرپرست اعلیٰ ہیں، صحیح بخاری، کتب فقہ وتفسیر اور دیگر درسی کتب کا بذات خود درس دیتے ہیں۔ آپ جیسے استاذ ہی کے درس اور روحانی تربیت کا اثر ہے کہ یہاں کے متعلمین میں علم وادب کے ساتھ ساتھ پابندی صوم وصلاۃ، تقویٰ وطہارت، خودشناسی، خداشناسی اور خداخوفی کا جوہر بھی کافی حد تک پایا جاتا ہے۔ الحمد للہ! حضرت قبلہ صاحب سجادہ کی مخلصانہ قیادت اور انتظامیہ کمیٹی کے حسن انتظام سے ادارہ شب وروز ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

(خطیب وامام فیض العلوم مکہ مسجد، جمشید پور، جھارکھنڈ)

سلسلہ نقشبندیہ کے چند اہم مشائخ

ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی

تصوف وطریقت کے چار مشہور سلاسل میں ایک معروف سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ یہ سلسلہ خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہے، بقیہ تین سلسلے مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات سے منتسب ہیں۔ مختلف سلاسل طریقت کی اپنی اپنی خصوصیات اور امتیازات ہیں جن سے وہ سلسلہ جانا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

سلسلہ نقشبندیہ میں جذب، سلوک پر مقدم ہے۔ شریعت کی پابندی اور اتباع سنت پر کافی زور ہے۔ ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے شریعت کی پابندی ناگزیر ہے۔ تقوی کے ساتھ احتیاط پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کے لیے گیارہ اصول مقرر کیے گئے ہیں، جن پر چل کر سالک قرب الٰہی کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ان گیارہ اصول میں سے آٹھ بانی سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے کلمات سے ماخوذ ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) ہوش در دم، (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت۔

ان کے علاوہ تین اصول مصطلحات نقشبندیہ سے ماخوذ ہیں جو اس طرح ہیں: (۱) وقوف عددی (۲) وقوف زمانی (۳) وقوف قلبی

اس طرح کل گیارہ کلمات ہیں جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنا ہے۔ ان اصول کی اپنی مخصوص تعبیر وتشریح ہے جن کے ذکر کی یہاں حاجت نہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ کے مشاہیر کے احوال، تعلیمات اور خدمات کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اس سلسلے کے مشائخ ہر دور میں ایسے رجال رہے ہیں جو شریعت وطریقت کے مجمع البحرین نظر آتے ہیں۔ زہد وتقوی، علم وعرفان، اتباع سنت، تزکیہ نفس، تطہیر باطن ان شخصیات کی حالات زندگی کے نمایاں عناصر ہیں، اصلاح فکر واعتقاد اور تزکیہ وتطہیر باطن کے لیے ان کی تعلیمات وہدایات کا ایک بڑا ذخیرہ آج بھی ان کی علمی وتصنیفی یادگار کی شکل میں محفوظ ہے جن سے خلق خدا براہ راست فیض پا رہی ہے۔

دیگر سلاسل طریقت کی طرح سلسلہ نقش بندیہ بھی مختلف عہد میں الگ الگ شخصیات سے منسوب ہوکر مختلف ناموں سے موسوم رہا جس پر ذیل میں اجمالی گفتگو آرہی ہے لیکن موجودہ عہد میں انہی شخصیات کے ساتھ یہ سلسلۃ الذہب عمومی طور پر نقشبندیہ سلسلہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت بایزید بسطامی تک سلسلہ صدیقیہ سے بھی موسوم رہا جن کے ذیل میں مندرجہ ذیل اصحاب طریقت کا شمار ہوتا ہے:

خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۳ھ)، صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۲۳ یا ۳۳ھ)، حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۰۸ھ)، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (۱۰۸ھ)، حضرت ابویزید طیفور بن عیسی بسطامی قدس سرہ (۲۶۱ھ)

حضرت بایزید بسطامی سے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی تک یہ سلسلہ طیفوریہ سے موسوم رہا جس کے تحت مندرجہ ذیل مشائخ طریقت کا ذکر آتا ہے:

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی (۴۲۵ھ)، حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی (۴۵۰ھ)، حضرت شیخ ابو علی فضل بن محمد فارمدی طوسی (۴۷۷ھ)، حضرت شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی (۵۳۵ھ)، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (۶۱۷ھ)

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے حضرت بہاء الدین نقشبند جو سلسلہ نقشبندیہ کے بانی کے حیثیت سے جانے جاتے ہیں تک یہ سلسلہ خواجگانیہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ جس کے ذیل میں مندرجہ ذیل ارباب طریقت کا ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت خواجہ عارف ریوگری، حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی، حضرت خواجہ علی رامیتی، حضرت خواجہ محمد بابا سماسی (۷۵۵ھ)، حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال (۷۷۲ھ)، حضرت خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبند بخاری

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی تک یہ سلسلہ نقشبندیہ کہلاتا ہے۔ خواجہ نقشبند سے خواجہ باقی باللہ دہلوی تک کے مشاہیر مشائخ سلسلہ اس طرح ہیں:

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار بخاری، حضرت خواجہ یعقوب بن عثمان چرخی (۸۵۱ھ)، حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار شاشی (۸۹۵ھ)، مولانا خواجہ امکنگی (۱۰۰۸ھ)، حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (۱۰۱۲ھ)۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ایک قابل فخر اور عالم گیر شہرت یافتہ خلیفہ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۱۰۳۴ھ) کے نام سے منسوب ہوکر یہ سلسلہ مجددیہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

مجدد الف ثانی کے بعد اس سلسلے کے مشہور ومعروف مشائخ طریقت میں یہ حضرات خصوصیات کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

خواجہ محمد معصوم سرہندی (۱۰۷۹ھ)، خواجہ سیف الدین سرہندی (۱۰۹۶ھ)، خواجہ سید نور محمد بدایونی (۱۱۳۵ھ)، حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی، (۱۱۹۵ھ)، شاہ غلام علی دہلوی (۱۲۴۰ھ)

سلسلہ نقشبندیہ کے درج بالا مشاہیر مشائخ کے ذریعے یہ سلسلہ عالم اسلام کے مختلف خطوں میں اشاعت پذیر ہوا اور مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ برصغیر ہند و پاک میں اس سلسلے کو حضرت خواجہ باقی باللہ کے معروف اور قابل فخر خلیفہ مجدد الف ثانی کے ذریعے غیر معمولی فروغ واستحکام حاصل ہوا۔ مجدد الف ثانی کے خلفا اور جانشین کے ذریعے بھی برصغیر پاک وہند کے علاوہ عالم اسلام کے مختلف خطوں میں اس سلسلہ کی برکات پہنچیں۔ شام میں حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی (فرزند مجدد الف ثانی) کے ایک خلیفہ مراد بن علی بخاری (۱۶۴۰ء-۱۷۲۰ء) نے دمشق میں حلقہ قائم کیا۔ ان کے خلفا میں عبد الغنی نابلسی (۱۶۴۱ء-۱۷۳۱ء) نے شہرت پائی۔ اسی طرح مصر میں احمد البنا بن محمد الدمیاطی (۱۷۱۵ء) سے یہ سلسلہ پھیلا۔

سلسلہ نقشبندیہ کی علمی، فکری اور دعوتی ہر سطح سے اشاعت میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا مجاہدانہ کردار غیر معمولی ہے، ان کی زندگی باطل قوتوں کے خلاف مسلسل جہاد تھی، انہوں نے اپنے تجدیدی کارناموں کے ذریعے اقامت دین، تطہیر تصوف، اتباع سنت، رد بدعت اور دینی حمیت کی زبردست تحریک چلائی۔ اس انقلاب کے لیے مجدد الف ثانی نے درج ذیل طریقہ کار کو اپنایا۔

۱۔ اپنے خلفا کی ایک بڑی تعداد کو اپنے دعوتی واصلاحی مشن کی تکمیل کے لیے تیار کیا، جنوبی ایشیا اور بیرون ممالک ہر طرف خلفا کی ٹیم کو روانہ کیا۔ مولانا یار محمد قدیم طالقانی کو ۷۰ / اہل ارادت کے ساتھ ترکستان، قپچاق روانہ کیا۔ مولانا فرخ حسین کی قیادت میں چالیس ارادت مند کو یمن شام اور روم کی طرف روانہ کیا۔ مولانا شیخ احمد برکی کو تین خلفا کے ساتھ توران، بدخشان اور خراسان کا علاقہ سپرد کیا۔

۲۔ مختلف علاقوں کے نامور لوگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا، ان مکاتیب میں مذہبی امور، احکام شریعت اور حقائق سلوک پر روشنی ڈالی اور اتباع سنت پر زور دیا۔

۳۔ دربار شاہی کے بڑے بڑے امرا کو مسخر کرکے حلقہ ارادت میں داخل کیا اور انہیں بار بار تاکید کی کہ نہ صرف اپنے ماتحت علاقوں میں اقامت دین کا اہتمام کریں بلکہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے بادشاہ کے ذہن کو بدلیں۔

۴۔ لوگوں میں دینی حمیت کا احساس جگایا اور بیداری پیدا کی کہ خلاف اسلام احکام شاہی کی وہ اطاعت نہ کریں۔ اس تحریک کو شاہی فوج میں بھی پھیلایا گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کے بعد ان کے صاحبزادگان اور خلفا کے ذریعے برصغیر اور اس سے باہر مختلف ممالک واطراف میں اس سلسلے کی عام اشاعت ہوئی۔ ترکستان وخراسان اور بدخشان کے کئی حکمرانوں نے اپنے وکیل بھیج کر مجدد الف ثانی کے تیسرے صاحبزادے اور جانشین قیوم زماں، عروۃ الوثقی، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے دست حق پرست پر غائبانہ بیعت کی۔ آپ نے خواجہ محمد حنیف کابلی کو کابل، خواجہ محمد صدیق پشاوری کو پشاور، شیخ مظفر برہانی پوری کو دکن، شیخ موسی کو ننگرہار اور شیخ بدر الدین کو سلطان پور میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ عبد العزیز شاہ طوران نے اپنے وکیل کے ذریعے آپ کے ہاتھ پر غائبانہ بیعت کی۔ اسی طرح سلطان عبد الرحمن والی خراسان اور امام یمن آپ سے غائبانہ مرید ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادہ وجانشین شیخ سیف الدین سرہندی کے ذریعے اس سلسلے کی عام طبقوں میں اشاعت کے ساتھ حکمراں طبقے میں بھی غیر معمولی اشاعت ہوئی۔ ان کے ذریعے سلطان ہند اورنگ زیب عالم گیر کی روحانی تربیت ہوئی۔

مغل حکومت کے عہد زوال اور پرآشوب ایام میں بھی یہ سلسلہ حضرت خواجہ مرزا مظہر جان جاناں شہید (۱۱۹۵ھ) کے ذریعے اشاعت پذیر ہوا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور ان کے خلفا کے ذریعے برصغیر اور عالم اسلام میں اس سلسلے کی ہمہ گیر اشاعت ہوئی۔ ان کے خلفا میں یہ حضرات خصوصی شہرت کے حامل ہیں:

۱۔ مجدد ماۃ ثالث عشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی، ۲۔ بیہقی ہند حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

اول الذکر شخصیت کے ذریعے برٹش عہد میں اس سلسلے کی عظیم اشاعت ہوئی، آپ کے کئی خلفا کے ذریعے اس سلسلہ کی عالم اسلام کے مختلف خطوں، اور قبائل اور برصغیر کے مختلف اطراف اور خانوادوں میں عام اشاعت ہوئی۔ عالم اسلام میں فقہ حنفی کے ایک ممتاز عالم وفقیہ علامہ ابن عابدین شامی حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ایک نامور خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین خالد کردی (۱۱۹۲ھ-۱۲۴۲ھ / ۱۷۷۸ء-۱۸۲۶ء) کے دست مبارک پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ حضرت مولانا ضیاء الدین خالد کردی علم وفضل میں بلند مقام رکھتے تھے۔ پچاس کتب حدیث کی سند آپ کو حاصل تھی، جذبہ خدا طلبی میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی منامی بشارت سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ کم وبیش نو ماہ آپ ان کی خدمت میں رہے۔ پیر ومرشد نے خلافت عطا فرما کر رخصت کیا اور اپنے ملک کی قطبیت کی بشارت سے سرفراز ہوکر اپنے وطن بغداد شریف واپس ہوئے۔ آپ کے ذریعے مشرق وسطی کے ممالک میں سلسلہ نقشبندیہ کا فروغ ہوا۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ تاج الدین نے برزان (شمالی عراق) کے تمام کرد قبائل میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ایک اور نامور خلیفہ شیخ احمد سعید مجددی رام پوری (۱۲۷۷ھ) کے ذریعے اس سلسلہ کی شمالی ہندوستان اور افغانستان میں اشاعت ہوئی۔ حضرت احمد سعید مجددی رام پوری، ثم دہلوی کے پوتے حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی نے دہلی میں دوبارہ سکونت اختیار کی اور خانقاہ خیریہ کی بنیاد رکھی۔ آج بھی یہ خانقاہ نقشبندی مشن کی تکمیل میں مصروف عمل ہے۔ ماضی قریب میں اس خانوادے کے ایک نامور عالم وشیخ شاہ ابوالحسن زید فاروقی (فاضل جامعہ ازہر مصر) نے اپنے عہد میں سلسلۂ نقشبندیہ کی دعوتی وعلمی اشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ حضرت شاہ احمد سعید مجددی رام پوری کے خلفا میں حاجی دوست محمد قندھاری (۱۲۸۷ھ) کے ذریعے افغانستان کے علاقوں میں اس سلسلہ کا فروغ واستحکام ہوا۔

شاہ غلام علی دہلوی کے ایک مرید وخلیفہ حضرت مولانا محمد عیسی اخند کدنوی کے واسطے سے سلسلہ نقشبندیہ افغانستان واطراف میں اشاعت پذیر ہوا۔ حضرت مولانا محمد عیسی اخند کدنوی کے خلفا کے ذریعے یہ سلسلہ خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ بہار پہنچا۔ سلسلہ عالیہ سمرقندیہ بہار کے نقشبندی مشائخ میں حضرت مولانا سید نور علی زُرمتی ثم دربھنگوی سے شاہ غلام علی دہلوی تک درج ذیل مشائخ کا نام آتا ہے:

۱۔ حضرت مولانا سید نور علی معروف بہ حضور عالی (۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ-۱۲/ستمبر ۲۰۱۷ء) ۲۔ حضرت مولانا الحاج سید میرا جان آقا ۳۔ حضرت مولانا رمضان اخند معروف بہ حاجی بابا دھراوی ۴۔ حضرت مولانا جان اخند معروف بہ حاجی بابا سفید روانی ۵۔ حضرت مولانا عبدالحق اخند معروف بہ کاکا قندھاری ۶۔ حضرت مولانا روح اللہ اخند پشینی معروف بہ کاکا صاحب ۷۔ حضرت مولانا محمد عیسی اخند کدنوی ۸۔ شاہ غلام علی دہلوی

خانقاہ عالیہ نقشبندیہ سمرقندیہ دربھنگہ بہار کے مشائخ میں خواجہ شاہ غلام علی دہلوی اور ان کے اوپر کے مشائخ کے احوال تو تاریخ مشائخ نقشبندیہ پر لکھی گئی متعدد کتابوں میں مذکور ومسطور ہیں، لیکن ان کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا محمد عیسی اخند کدنوی اور ان کے مابعد کے مشائخ کا ذکر راقم کو تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا جس کی ایک وجہ یہ ہے یہ سبھی مشائخ افغانستان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے حالات امتداد زمانہ کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں محفوظ نہیں ہیں۔ عصر حاضر میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم شاخ خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ ایک نامور خانقاہ ہے جس کے مشائخ کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ کا فروغ شمالی بہار واطراف اور بنگال کے مختلف علاقوں میں وسیع پیمانے پر ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ حال ہی میں اس خانقاہ کی ایک عظیم دینی وروحانی شخصیت شیخ طریقت حضرت مولانا الحاج سید شاہ نور علی معروف بہ حضور عالی کا سانحۂ ارتحال امت مسلمہ خصوصا سلسلہ نقشبندیہ کا عظیم نقصان ہے۔ انہوں نے اپنے عہد میں اس سلسلے کی اشاعت وترویج میں جو غیر معمولی خدمات انجام دیے ہیں وہ بلاشبہ ناقابل فراموش ہیں۔ دعوت وتبلیغ، بیعت وارشاد، خدمت خلق، ادارہ سازی، اصلاح وتزکیہ اور امن وانسانیت کے فروغ میں آپ کی عظیم خدمات کے عملی نقوش ہمیشہ آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ حضرات کے اندر تحریک وعمل کا جذبہ پیدا کرتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت حضور عالی کی ہمہ گیر دعوتی وتبلیغی اور دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور ان کے خلف اکبر بابو حضور کے ذریعے اس سلسلے کا فیضان عام سے عام تر فرمائے۔ آمین۔

(مضمون نگار جامعہ ہمدرد، نئی دہلی کے ریسرچ اسکالر ہیں)

اشاعت خاص



قطعہ تاریخ وصال سراج الاولیا سید شاہ نور علی نور اللہ مرقدہ

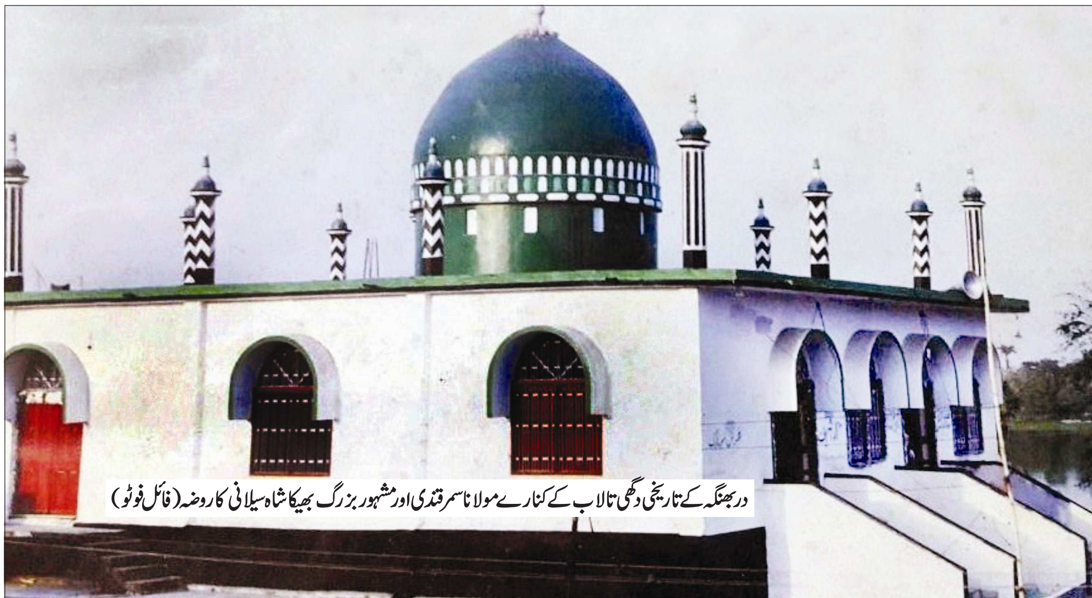
ماہ ذی الحجہ یک و بستم بایں صورت گذشت | نیم شب یک مرد حق راشد بذات حق وصال
اختر "نور علی" از آسانم رفت حیف | بود دانش "مجمع شرع و طریقت" باکمال

1438ھ

ڈاکٹر غلام اختر مصباحی (جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی)

بانی خانقاہ سمرقندیہ قطب الاقطاب مولانا سید شاہ فدا محمد عبدالکریم

محمد شہباز عالم مصباحی



دربھنگہ کے تاریخی دگھی تالاب کے کنارے مولانا سمرقندی اور مشہور بزرگ بھیکا شاہ سیلانی کا روضہ (فائل فوٹو)

قطب الاقطاب حضرت مولانا سید شاہ فدا محمد عبد الکریم معروف بہ 'مولانا سمرقندی' ان علما و مشائخ میں ہیں جن کے فیوض و برکات نے خلق خدا کو بڑے پیمانے پر مالا مال کیا اور جن کی عظمتوں کی ایک دنیا معترف ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت 1250ھ میں ہوئی۔ آپ نسباً سید ہیں۔

آپ کے آباء و اجداد میں غوث الاغواث حضرت سید محمد عمر چھ واسطوں سے حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ بادشاہِ اصفہان (ایران) کی اولاد تھے۔ اس طرح آپ کا خاندان ایک طرف شاہی عظمت و جلال کا حامل تھا تو دوسری جانب ولایت و معرفت کے اعلیٰ مراتب و مقامات پر فائز۔ حضرت سید محمد عمر کو جب اصفہان کی بادشاہت ملی تو ایک رات خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیدار و ہم کلامی سے نوازا اور فرمایا کہ: ''تمہارے بعد اصفہان کا بادشاہ مذہبِ حق اہل سنت و جماعت ترک کرے گا اور شیعہ مذہب اختیار کرے گا۔'' اس فرمان کے بعد یہ سلطنت ہی سے دست کش ہو گئے۔ اب درویشی ہی ان کی حیات کا لازمہ بن کر رہ گئی۔ سلطنت سے دست کش ہو کر انہوں نے اصفہان سے ہجرت کر کے بخارا میں کچھ عرصہ تک قیام کیا۔ اس کے بعد بخارا سے مسافرت اختیار کی اور فراح میں فروکش ہوئے۔ مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ چنانچہ بہ اشارۂ غیبی فراح سے علاقۂ غزنی میں واقع اورگون کی جانب مع اہل و عیال عازم سفر ہوئے اور اورگون میں رونق افروز ہو کر سکونت اختیار کی۔

پھر آپ کے آباء و اجداد میں سے غوث جہاں شیخ سید محمد روحانی نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ اورگون سے ہجرت فرمائی اور افغانستان کے ضلع زُرمت میں واقع علاقہ ''دیہہ سادات'' میں آکر قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں آپ کا خاندان 'سادات جیہ زئی' کے نام سے جانا گیا۔ بادشاہِ وقت نے جاگیریں دیں اور آپ کے خاندان کو مناصب بھی ملے (ایضاً ص: 07-106)۔

والد ماجد: آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت سید بیگ محمد تھا۔ ان کی دو بیگمات تھیں۔ پہلی بیگم سے چار صاحبزادے تھے اور دوسری بیگم سے تین۔ آپ منجھلے تھے۔ اس طرح آپ کل سات بھائی تھے۔

اسم گرامی: آپ کا نام آپ کے والد ماجد نے ''فدا محمد'' رکھا تھا۔ آپ اپنی آخری سانس تک قولاً و فعلاً فدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی رہے۔ یعنی آپ اسم بامسمیٰ تھے۔

لقب: آپ کا لقب 'عبدالکریم' تھا۔ آپ کو یہ لقب علما و عرفا نے نہیں دیا تھا بلکہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا تھا۔

عرف: آپ دیہہ سادات (افغانستان) کے رہنے والے تھے مگر آپ کا ننیہال سمرقند تھا۔ اسی وجہ سے آپ 'مولانا سمرقندی' کے نام سے معروف ہوئے۔

قد و قامت: آپ میانہ قد کے تھے، رنگ گندمی تھا، مردانہ وجاہت اور حسن و جمال کے آئینہ دار تھے، چہرہ پر نورانیت نمایاں تھی، بوقت غلبۂ نورانیت چہرے پر نظر نہ ٹکتی تھی۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم خود آپ کے پدر بزرگوار کے ہاتھوں ہوئی۔ والد کے وصال کے بعد آپ کے سب سے بڑے سوتیلے بھائی حضرت سید خواجہ احمد علیہ الرحمہ نے، جو ہم عصر علما میں بحر العلوم کے لقب سے مشہور تھے اور بادشاہ کی جانب سے قاضی القضاۃ بھی مقرر تھے، پرورش و پرداخت کے ساتھ آپ کی تعلیم و تربیت جاری رکھی۔ آپ بہت ذکی و ذہین تھے۔ نسبتاً کم مدت ہی میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر لی۔ سید خواجہ احمد بعد میں اپنے شاگرد اور برادر خرد حضرت سید شاہ فدا محمد عبدالکریم کے کمالات باطنی سے متاثر ہو کر سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ۴-۱۳۰۳ھ مطابق ۸۶-۱۸۸۵ء میں افغانستان سے دربھنگہ تشریف لائے اور حضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت بھی حاصل کی۔ موجودہ سجادہ نشین سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ حضرت مولانا سمرقندی کے اپنے سب سے بڑے بھائی استاذ و مربی اور مرید و خلیفہ سید خواجہ احمد علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالعلی رحمہ اللہ کے صاحبزادے سید نور علی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے و جانشین ہیں۔

ایام طالب علمی کا ایک حیرت انگیز واقعہ:

آپ کے برادر زادہ حضرت سید عبدالحکیم نے اپنے والد ماجد حضرت سید سلطان محمد علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ عربی زبان و ادب کی تعلیم کے زمانے میں آپ استاذ سے درس لیتے لیکن درس لینے کے بعد عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے، سبق یاد نہ کرتے۔ ایک دن کسی ہم درس نے استاذ سے اس بات کی شکایت کر دی۔ استاذ محترم نے آپ کو پاس بلا کر سبق سنانے کا حکم دیا۔ آپ نے نہایت ادب سے فرمایا کہ صرف سبق سناؤں یا آموختہ بھی۔ پھر آپ نے کتاب کے بسم اللہ سے سبق تک روانی کے ساتھ اس طرح سنا دیا جیسے کتاب سامنے ہو۔ اب تو استاذ و طلبہ سب ہی حیران رہ گئے اور اس دن سے طلبہ اور اساتذہ میں آپ کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

ولایت کی بشارت: خواجہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (مرید و خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ) کے خلیفہ حضرت ملّا صمدانی ایک بار حضرت سید محمد روحانی نور اللہ مرقدہ کے مزار پاک پر زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ حضرت سید محمد روحانی کا مزار زرمت (افغانستان) میں 'کوہِ سبز' پر واقع ہے۔ حضرت کی نسبت سے اب یہ پہاڑ 'کوہِ روحانی بابا' کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دن ملّا صمدانی مزار سے متصل مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ ننگے سر بہ انداز مستانہ احاطۂ مزار میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ آٹھ نو برس کے ہوں گے۔ حضرت ملّا صمدانی نے آپ کو دیکھ کر حاضرین سے آپ کے متعلق دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ آپ حضرت سید بیگ محمد کے صاحبزادے ہیں۔ پھر ملّا صمدانی نے آپ کو اپنے قریب بلا کر کمال شفقت و محبت سے نوازا اور فرمایا کہ صاحب زادے میں حضرت روحانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر اوصاف موجود ہیں۔ میں ان کے والد سے مل کر بشارت دوں گا کہ ان کے صاحبزادے ان شاء اللہ ولایت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

رشتۂ ازدواج: آپ کی شادی اوائل عمری ہی میں کر دی گئی تھی، مگر طبیعت دنیا اور دنیا داری کی طرف مائل نہ ہوئی۔ عبادت و ریاضت، مجاہدہ و محاسبہ اور اذکار و وظائف محبوب مشغلہ تھا۔ خدا طلبی و معرفت جوئی کا جذبہ دل میں موجزن تھا، مرشد کامل کی تلاش تھی۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کی زوجۂ محترمہ مرض میں مبتلا ہو گئیں اور قضائے الٰہی سے دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد دوسرے نکاح کا سوال ہی کہاں تھا۔

تلاشِ مرشد و خلافت و اجازت: زوجۂ مکرمہ کی وفات کے بعد آپ نے شیخ کامل و مرشد برحق کی تلاش میں رخت سفر باندھا۔ مسافرت کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے آپ پاپیادہ کوہِ طور پر پہنچے۔ وہاں آپ کی ملاقات تین ولیوں سے ہوئی۔ تینوں حضرات روزہ دار تھے۔ ان میں جن کی جانب آپ کی طبیعت مائل ہوئی وہ ہادی طریقت، شیخ المشائخ حضرت سید علی گل شاہ قدس سرہ تھے۔ آپ انہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ شیخ کامل نے آپ کو سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ نقشبندیہ دونوں میں خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ بیعت و خلافت کے بعد آپ اپنے شیخ اور ان دونوں بزرگوں کے ساتھ کوہ طور سے آبادی میں آ گئے۔ ان کے علاوہ آپ کو حضرت محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (تونسہ شریف) سے سلسلۂ چشتیہ کی بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

ہندوستان میں تشریف آوری: آپ کے اپنے برادر کبیر حضرت سید سلطان محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے مکان کے دروازے پر پھول کا ایک درخت لگا ہوا ہے جس میں مختلف رنگ و بو کے پھول کھلے ہیں۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور اس درخت کو اکھاڑ کر ہندوستان کی جانب اچھال دیا۔ بہت دنوں تک غور و فکر کے بعد بھی تعبیر کا اندازہ نہ لگا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے ہندوستان میں قیام و تبلیغ کا حکم ہوا ہے۔ اب وطن نہیں آ سکتا۔ تب تعبیر سمجھ میں آئی۔

آپ ہندوستان میں دہلی، ممبئی اور دیگر جگہوں کے اولیائے کرام کی زیارت کرتے ہوئے غازی پور پہنچے۔ وہاں کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد بنگال و آسام کے مختلف علاقے جیسے کلکتہ، چٹ گاؤں، سلہٹ، شائستہ آباد سے ہوتے ہوئے ڈھاکہ پہنچے۔ ڈھاکہ کے دورانِ قیام ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

دربھنگہ میں قیام: پھر آپ اپنی عمر کے اکتالیسویں سال میں بہ اشارۂ غیبی ڈھاکہ سے صوبۂ بہار پہنچے۔ متعدد متبرک مقامات کی زیارت کرتے ہوئے ۱۲۹۱ھ مطابق ۷۵-۱۸۷۴ء میں دربھنگہ کے محلہ رحم گنج میں تشریف لائے اور بی بی ولایت علی صاحبہ کی سرائے میں فروکش ہوئے۔ شجاعت علی خان بن غلام زین العابدین خان معروف بہ دربھنگی خان صاحب کی ڈیوڑھی کے قریب یہ سرائے 'ولایت بی بی کا بنگلہ' کے نام سے مشہور تھی۔ جب بی بی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ ان کی سرائے میں شریعت و طریقت کے جامع ایک ولی کامل اقامت گزیں ہیں تو انہوں نے آپ کی مستقل سکونت کے لیے ایک مکان ہدیہ کر دیا۔ نیز اپنے گھر سے آپ کا اور آپ کے خادم کا کھانا مقرر کر دیا۔ چند دنوں تک انہیں شرفِ میزبانی عطا کرنے کے بعد آپ نے اپنا اور اپنے ملنے والوں کا کھانا خود پکوانے کا انتظام فرمایا۔ پھر بی بی صاحبہ نے اشیائے خوردنی بھیجوانے کی پیش کش کی مگر آپ نے منظور نہ کیا۔ بی بی صاحبہ آپ سے بیعت تھیں اور آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی پوری زندگی گزاری۔

حج و زیارت: آپ نے اپنا پہلا حج اپنے پیر و مرشد حضرت سید علی گل شاہ کی اجازت سے افغانستان سے ادا کیا۔ بعد ازاں افغانستان ہی سے آپ نے تین اور حج ادا کیے۔ دربھنگہ سے آپ کو دو بار زیارت حرمین شریفین کا موقع نصیب ہوا۔ اس طرح آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں کل چھ حج ادا کیے۔ آخری حج آپ نے ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں ادا کیا تھا۔

تعمیر مسجد و خانقاہ: جیسا کہ بیان کیا گیا دربھنگہ میں اقامت کے لیے بی بی ولایت علی صاحبہ مرحومہ نے آپ کو ایک مکان ہدیہ کر دیا تھا۔ اسی کے متصل بی بی صاحبہ ہی کے ایک اور مکان کو ان کی اجازت سے توڑ کر مسجد بنوائی گئی۔ موصوفہ بیعت سے مشرف ہوئیں تو برضا و رغبت اپنا تالاب اور مزید کچھ خطۂ اراضی آپ کی خانقاہ و مسجد وغیرہ کے لیے وقف کر دیا۔ اسی قطعۂ زمین پر خانقاہ عالیہ سمرقندیہ اور موجودہ مسجد بنی ہوئی ہیں جن کی اولین تعمیر ۱۲۹۱ھ میں آپ کے دربھنگہ آنے کے فوراً بعد ہی ہوئی تھی۔ اب خانقاہ عالیہ سمرقندیہ ممبئی، دہلی، بہار، جھارکھنڈ اور بنگال بالخصوص ضلع اتر دیناج پور میں حضرت مولانا سید نور علی صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ مصباحی کے زیر سایہ اپنی تمام تر دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہے۔

عادات و عبادات و خصائل: آپ رحمۃ اللہ علیہ صائم الدہر تھے۔ عید الفطر اور عید اضحیٰ کی دسویں سے تیرہویں تک کے ایام کے علاوہ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ اگر کوئی دعوت کرتا تو رات کی دعوت قبول فرماتے۔

نماز فجر کی اذان کے ساتھ آپ حجرہ شریف سے باہر تشریف لاتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد پھر حجرے میں تشریف لے چلے جاتے۔ پھر چاشت کے وقت باہر تشریف لاتے۔ ضروری حاجتوں سے فراغت کے بعد نماز چاشت مسجد میں ادا فرماتے اور کچھ دیر اوراد و وظائف میں رہتے۔ اس کے بعد باہر آ کر حجرہ شریف کے سائبان میں تشریف رکھتے۔ اسی وقت سبزی فروش و قصاب وغیرہ ضروری سامان لے کر حاضر ہوتے جن سے آپ خانقاہ میں موجود فقیروں، مسافروں، حاجت مندوں اور مہمانوں کے لیے ضروری سامان خرید تے۔ اگر کوئی سامان فروش آپ کا خیال کر کے سامان زیادہ دے دیتا تو آپ اظہار خفگی فرماتے کہ: 'کیوں بیشی دیتا ہے'۔ اس کے بعد دور دراز سے متوسلین کے آئے ہوئے خطوط ملاحظہ فرماتے اور حسبِ ضرورت جواب تحریر فرماتے یا تحریر کراتے۔ سید ولی احمد ہرگانوی آپ کے منشی تھے جن سے خطوط کے جواب لکھواتے۔

آپ روزانہ بعد نماز ظہر قرآن مجید تلاوت فرماتے۔ پھر دلائل الخیرات اور اپنا مجموعۂ دعا تلاوت کرتے۔ بعدہ نماز عصر ادا کرتے۔ اس کے بعد صحن میں کرسیاں رکھی جاتیں۔ اُس وقت شہر کے عمائدین و معتقدین قدم بوسی کو حاضر ہوتے۔ آپ ان کو تلقین و ہدایت فرماتے اور ان کی ضرورتوں کو سن کر حاجت روائی بھی کرتے۔ افطار کے وقت خانقاہ میں موجود لوگوں کو افطار میں شامل کرتے اور محلے کے آئے ہوئے بچوں کو بلا کر افطاری میں سے کھانے کو دیتے۔ آخر میں بھی افطار کا بچا سامان پھر ان بچوں کو بلا کر عنایت فرما دیتے۔ بچے اپنی فطرت کے مطابق چھین جھپٹ کر کھاتے۔ بچوں کی اس طرح چھینا جھپٹی کے منظر سے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوتے۔

نماز مغرب ادا فرمانے کے بعد مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر توجہ دیتے۔ اس کے بعد ناشتہ کرتے اور چائے نوش فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ وظیفہ میں بیٹھتے۔ پھر کھانا تناول فرما کر دو ڈھائی گھنٹے آرام فرماتے۔ پھر آپ ڈیڑھ بجے بستر استراحت کو چھوڑ دیتے جس کے بعد تہجد ادا کرتے اور دیگر اذکار و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ پھر فجر کی اذان تک بیدار رہتے اور اذان ہونے پر حجرے سے باہر نکل کر نماز باجماعت ادا کرتے۔ کبھی کبھی تہجد کے بعد تنہا قبرستان جاتے اور فاتحہ و ایصال ثواب کرتے۔

تصانیف عالیہ: آپ چونکہ ایک عظیم صوفی و داعی ہونے کے ساتھ ایک متبحر عالم و فاضل تھے اس لیے آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ دی اور بطور یادگار چند تصانیف چھوڑیں جو یہ ہیں:

(1) تبصرۃُ الاعمٰی فی التفرقۃ بین الضادِ والظاء:
یہ کتاب فن قرأت سے متعلق ہے اور آپ کی ایک عظیم تصنیف۔ آپ کو احساس تھا کہ لوگ ''ض'' اور ''ظ'' یا ''ذ'' کے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور غلط قرأت سے تحریفِ قرآن لازم آتی ہے۔ اس اہم ضرورت کے مد نظر آپ نے یہ کتاب تالیف فرمائی اور کتاب میں ضاد، ظاء اور ذال کے فرق کو خوب بہترین انداز سے واضح کیا۔

(2) صبغۃ الواصلین:
یہ آپ کے ارشادات و فرمودات کا مجموعہ ہے جسے آپ کے خلیفہ مولانا فضل الباری رحمۃ اللہ علیہ (متوطن: نارنگاؤں، ضلع بردوان) نے آپ کی تصدیق کے ساتھ آپ کی حیات ہی میں فارسی زبان میں ضبط تحریر کیا تھا۔ بعد میں زمانے کی ضرورت کے پیش نظر سید ولی احمد قادری مرحوم و مغفور نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس ترجمہ کا نام 'مصباح العارفین' رکھا۔ ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں یہ مجموعۂ ملفوظات اردو میں شائع ہو کر منظر عام پر آیا۔ مریدین و متوسلین کی خواہش پر اس اردو ایڈیشن کی دوسری اشاعت پیر طریقت حضرت مولانا سید نور علی صاحب نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین خانقاہِ سمرقندیہ (وصال: 21/ذی الحجہ 1438ھ مطابق 12/ستمبر 2017ء) کے زیر نگرانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں عمل میں آئی۔

(3) بحر التوحید:
یہ آپ کی تیسری اہم تصنیف ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سالکین کی ہدایت و رہ نمائی کے لیے ہے۔ توحید شہودی، توحید وجودی، توحید صفاتی اور توحید افعالی جیسے مشکل مضامین پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نیز مراتبِ تنزلات خمسہ سے متعلق بیانات مع دلائل و براہین موجود ہیں۔ بحر توحید میں غوطہ زن حضرات کے لیے یہ کتاب یقیناً مشعل راہ ہے۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ نے چند اور رسالے بھی لکھے، مگر وہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکے۔

خلفا: آپ کے معلوم خلفا ۲۷ تھے جو افغانستان اور متحدہ ہندوستان میں ڈھاکہ (بنگلہ دیش)، منصرم (ڈھاکہ)، نارنگاؤں (بردوان)، رسول پور (بردوان)، علی گنج (ایٹہ)، بٹیر گاؤں (بردوان)، لاکھڈی (بردوان)، سلیم پور (پٹنہ)، راڑھ ململ (مدھوبنی)، مرشد آباد (مغربی بنگال)، ٹپو (کشن گنج)، مدرسہ عالیہ (کولکاتا)، مرزا پور (ضلع دیناج پور)، سیسو (دربھنگہ)، مہراج گنج (دربھنگہ) جیسے مختلف دیار و مواضع سے تعلق رکھتے تھے۔ ان حضرات کے علاوہ آپ کے کثیر تعداد میں خلفائے کرام افغانستان، متحدہ ہندوستان، عربستان و بخارا وغیرہ میں تھے جن کے اسمائے گرامی معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کے سارے خلفا متقی و پرہیز گار اور آپ کے مکمل متبع و پیرو کار تھے اور آپ کے حسب ارشاد اپنی اپنی جگہوں میں دعوت و تبلیغ کے کارنامے انجام دیتے رہے۔

سفر آخرت: آپ کی خانقاہ میں مختلف قسم کے لوگ رہتے تھے۔ ایک آدمی مسمی اکبر خان پشاوری بھی کبھی کبھی خانقاہ میں آ کر آپ سے ملاقات کرتا۔ آپ کبھی کبھی اس کی مالی امداد بھی کرتے تھے مگر اکبر خان بد باطن، کینہ پرور اور شریر تھا۔ آپ نے اسے بنگلہ میں جا کر رہنے کا حکم دیا مگر اس نے چلے جانے کے بجائے گستاخانہ کلام کیا۔ وہ یہ کہتے ہوئے نکالا کہ اچھا مولانا کو دیکھیں گے۔ خانقاہ سے نکل کر وہ ملّا عبدالاحد کے پاس گیا۔ ملّا عبدالاحد بی بی ولایت علی کی طرف سے بچوں کو تعلیم دینے کے لیے مقرر تھا۔ یہ بھی آپ سے عناد رکھتا تھا۔ اس کے برعکس آپ اس کا احترام کرتے تھے۔

ایک شب آپ حجرے کے سائبان میں اُتر سرہانے داہنی کروٹ کعبہ کے رخ سوئے ہوئے تھے۔ شب ۲ بجے کسی آدمی نے تلوار سے آپ پر حملہ کر دیا اور پانچ ضربیں لگائیں۔ سب ہی ضربیں گوش مبارک اور بائیں جانب سر پر پڑیں۔ بایاں گوش مبارک شہید ہو گیا، صرف لو باقی رہ گئی۔ تین کاری زخم سر پر لگے۔ زخموں سے خون بے حساب نکلا۔ سب لوگ جاگ گئے۔ علی الصبح اسسٹنٹ سرجن بلایا گیا۔ علاج شروع ہوا۔ تین روز تک آپ نے کسی سے گفتگو نہ کی۔ آپ خاموش اس لیے تھے کہ اگر ان زخموں کے سبب شہادت ہونے والی ہے تو بات چیت کرنے سے شہادت میں فرق آ جائے گا۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ میری زندگی ابھی باقی ہے تو آپ نے گفتگو کرنا شروع کیا۔

بردی پور، دربھنگہ کے حکیم عبدالحمید آپ کی عیادت کے بعد گھر جا رہے تھے۔ راستے میں اکبر خان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حکیم صاحب سے آپ کے بارے میں دریافت کیا۔ حکیم صاحب نے حالت بتائی۔ اکبر خان کہنے لگا کہ ایسی کاری ضرب کے بعد بھی مولانا بچ گئے۔ اسی قسم کی بات اکبر خان نے اور بھی ایک آدمی سے کہی۔ پولیس انسپکٹر نے دونوں کا تحریری بیان لیا۔ چوتھے روز انسپکٹر نے آپ سے دریافت کیا کہ کسی پر شک ہے۔ آپ نے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اِسی اثنا میں اکبر خان دربھنگہ سے بھاگ گیا۔ آثار و قرائن اور لوگوں کے بیان سے غالب گمان ہوا کہ اسی نے آپ پر حملہ کیا ہے۔ تلاش کرنے کے بعد پٹنہ سے اسے گرفتار کر کے لایا گیا۔ انسپکٹر نے اکبر خان کو آپ کے روبرو پیش کیا۔ اس نے پشتو زبان میں آپ سے کہا: ''میں نے آپ کو زخمی نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو آپ اپنے اسلاف کے طریقے پر مجھے معاف کر دیں۔ عفو و درگزر تو آپ کا ورثہ ہے۔''

آپ نے واقعی اکبر خان کو اپنے اسلاف کے طریقے پر معاف کر دیا۔ انسپکٹر یہ ساری گفتگو سمجھ نہ سکا۔ اس نے اکبر خان کو اردو میں کہنے کو کہا۔ اکبر خان نے اردو میں کہا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ: 'میرے مقدر میں جو تھا وہ ہوا۔ اب اس کو سزا دینا بے فائدہ ہے۔ میں اِسے معاف کرتا ہوں۔ آپ اسے چھوڑ دیں'۔ انسپکٹر نے کہا کہ: ''جب تک کلکٹر کے سامنے یہ بیان نہ دے گا، اسے چھوڑا نہ جائے گا'' اس نے کلکٹر کے سامنے بھی وہی بیان دیا۔ جب کلکٹر مسٹر جی جے بی ٹی ڈالٹن کو معلوم ہوا کہ حضرت نے اسے معاف کر دیا ہے تو پھر کلکٹر نے بھی اسے چھوڑ دیا مگر اس شرط پر کہ وہ فوراً دربھنگہ سے چلا جائے۔

پورے ایک ماہ علاج کے بعد آپ کے زخم اچھے ہو گئے، مگر نقاہت و کمزوری برقرار رہی، خون جسم سے کافی نکل چکا تھا۔ نقاہت کے سبب آپ کا جسم مختلف امراض میں مبتلا ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد جگر کے ماؤف ہونے کے سبب یرقان اصفر نے جسم کو مزید کمزور کرنا شروع کر دیا۔ دربھنگہ کے مختلف طبیبوں کے نسخے استعمال کیے گئے، مگر کوئی نسخہ کارآمد نہ ہوا۔ البتہ جب کوئی اپنی تجویز کردہ دوا استعمال کرتے تو مرض میں افاقہ ہوتا۔

جب کمزوری ازحد بڑھی تو رتن پورہ کے اشرف علی خان (مختار) اور مہراج گنج کے منشی عبدالرزاق (گودام دار) نے کلکتہ سے حکیم غلام نبی خان دہلوی کو، آپ کے منع کرنے کے باوجود، بلوایا اور علاج شروع ہوا۔ مگر اس علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ بیس روز کے علاج کے بعد یرقان اصفر سے یرقان اسود اور ساتھ ساتھ مرض استسقاء شروع ہوا جس کے بارے میں آپ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مجھے اب مرض استسقا کا خطرہ ہے۔ آپ کی ساعت وداع قریب سے قریب تر ہوتی گئی تو مقربین کو فکر لاحق ہوئی کہ وقت آنے پر جنازہ کون پڑھائے گا۔ چنانچہ چند لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا سید عارف صاحب آ رہے ہیں، وہی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ مولانا صاحب وصال سے دو تین روز قبل ہی حسبِ ارشاد تشریف لے آئے۔

ساعت وصال: نزع کے وقت حلقہ بگوشوں میں سے ایک سید شاہ غلام باری، محرر اجرائے ڈگری محکمۂ منصفی (گیا) نے آپ کے دہن مبارک کے پاس کان لگایا تو اسم ذات باری اللہ اللہ زبان مبارک پر جاری تھا۔ اس وقت چہرۂ زیبا پر فرحت و انبساط کے آثار نمایاں تھے۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

نشانِ مردِ مؤمن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

بالآخر ۴/جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء ۸/بج کر ۳۵ منٹ صبح شنبہ کے دن وہ ساعت آ گئی جب آپ نے وصال فرمایا۔ روح پرواز کرنے کے بعد جسم مبارک سے موت کی کوئی علامت ظاہر نہ تھی، معلوم ہوتا تھا کہ آپ حسب معمول سو رہے ہیں۔ پھر اچانک پشت مبارک سے خون جاری ہوا اور کفن پوشی تک جاری رہا جو شہادت کی علامتوں میں سے ہے۔ وصال کی خبر بسرعت سارے شہر دربھنگہ اور مضافات میں پھیل گئی۔ نماز جنازہ آپ کے حسب وصیت خلیفۂ مقرب حضرت مولانا سید محمد عارف نے پڑھائی اور پھر انہی کے مشورے سے تدفین دربھنگہ کے مشہور بزرگ حضرت بھیکا شاہ سیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں عمل میں آئی۔

قطعۂ تاریخ وصال:

علامۂ زمن سید محمد نذیر احسن نسیم ہلسوی (تلمیذ داغ دہلوی) نے درج ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا:

زیں دار شد چو حضرت عبد الکریم شاہ
گوئی کہ آفتاب نہاں شد بزیر خاک
گفتم نسیم از پئے سال وفات او
مقبول بارگاہ خدائے کریم پاک
۱۳۱۵ھ

(مضمون نگار انجمن وابستگان سلاسل تصوف کے بانی اور نارتھ بنگال ڈیولپمنٹ موومنٹ کے قومی صدر ہیں)

شجرۂ منظومہ

خانقاہ عالیہ سمرقندیہ نقشبندیہ

یا الٰہی فضل کر خیر الوریٰ کے واسطے
حضرت صدیق اکبر حق نما کے واسطے
حضرت سلمان فارس باصفا کے واسطے
حضرت قاسم جناب متقی کے واسطے
واسطہ ہے حضرت جعفر رضی اللہ کا
بایزید حق پرست و رہنما کے واسطے
بوالحسن کے واسطے اخلاق حسنہ کر عطا
بوعلیؒ صاحب لطف و عطا کے واسطے
حضرت خواجہ ابو یوسف کا صدقہ کر عطا
عبدخالق غجدوانی پیشوا کے واسطے
عارف حق حضرت عارف کا صدقہ دے ہمیں
خواجہ محمود فغنویؒ رب نما کے واسطے
حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی
حضرت بابا سماسی اولیاء کے واسطے
مرشد صد اولیا محبوب رب سید امیر
سیدی حضرت بہاء الدین الہدیٰ کے واسطے
سید اعلیٰ علاء الدین فخر اولیاء
حضرت یعقوب فخر اتقیاء کے واسطے
سرور احرار عبیدُ اللہ کا ہے واسطہ
حق نما زاہد، ولی باصفا کے واسطے
سیدی درویش خواجہ امکنی کا واسطہ
حضرت خواجہ محمد مقتدیٰ کے واسطے
شیخ اعلیٰ عبد باقی کا وسیلہ اے خدا
شیخ احمد کابلی غوث الوریٰ کے واسطے
حضرت معصوم کی عصمت کا صدقہ دے خدا
خواجہ سیف الدین سیف مصطفیٰ کے واسطے
نور حق نور محمد کا عطا صدقہ ہو اب
خواجہ شمس الدین محبوب خدا کے واسطے
پیشوا سید غلام حیدری والا جناب
حضرت عیسیٰ اخند مہتدیٰ کے واسطے
بہر روح اللہ اخند رہنمائے عارفاں
رب کے پیارے عبدِ حق بدر العلیٰ کے واسطے
واسطہ لائے ہیں ہم جاناں اخند شاہ کا
حضرت رمضان اخند جانفزا کے واسطے
فیض میرا جان آغا ہم پہ جاری کر خدا
سیدی نور علی شاہ علیٰ کے واسطے
فیض کے مصباح حضرت سیدی شمس اللہ جان
مل رہا ہے فیض ان کا، اولیا کے واسطے
فیض کا دریا رواں طیبہ سے دربھنگہ تلک
کچھ عطا کیجے شفیق کو مصطفیٰ کے واسطے

ازقلم: ماسٹر محمد شفیق نوری مرحوم
(دائرۃ النور، گنجریا بازار، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال)

منقبت

درشان حضور عالی مولانا سید شاہ نور علی صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ

اے مرشد کامل، تمہیں روشن ہو جلی ہو
واللہ میرے پیر ہو، اللہ کے ولی ہو
ہونٹوں پہ اگر نعرۂ "یا نور علی" ہو
پل بھر میں گھڑی رنج و مصیبت کی ٹلی ہو
ان سارے نظاروں سے سرو کار نہیں ہے
بس میری نظر میں میرے آقا کی گلی ہو
اُس ذات کی کیا شان بیاں کر سکے کوئی
جو نور ولایت کی بہاروں میں پلی ہو
تاروں کو نہ شرمائے بھلا کیسے وہ رنگت
انوار ولایت کے جو سانچے میں ڈھلی ہو
مٹ جائیں جہاں سے میرے آقا میرے دشمن
اے کاش ولایت کی ہوا ایسی چلی ہو
دامان محبت سے لپٹ جاؤ فنا تم
صورت بھی حسیں ہو تیری سیرت بھی بھلی ہو

مفتی ذاکر حسین نوری فنا القادری
(شیخ الحدیث جامعہ طیبۃ الرضا، چنچل میٹ، حیدرآباد)

اظہار غم

(بیاد پیر طریقت حضرت الحاج سید شاہ نور علی رحمۃ اللہ علیہ)

آسمان علم و حکمت آہ وہ جاتا رہا
رہبر راہ طریقت آہ وہ جاتا رہا
جس کے دم سے روشنی پھیلی ہوئی تھی چار سو
تھا یہاں شمع ہدایت آہ وہ جاتا رہا
جب خبر پھیلی یہاں کہ ہو گیا اس کا وصال
چھا گئی ہر سمت ظلمت آہ وہ جاتا رہا
اہل دربھنگہ نے دیکھا تھا کہاں ایسا ہجوم
کر کے ظاہر یہ کرامت آہ وہ جاتا رہا
فاطمہ کا لعل تھا وہ، نام تھا نور علی
تھی نبی سے جس کی نسبت آہ وہ جاتا رہا
وہ جو مولانا سمرقندی کا وارث تھا یہاں
مبتداء رشد و ہدایت آہ وہ جاتا رہا
سلسلہ تھا نقشبندی اس کا اپنا تو مگر
قادری سے بھی تھی الفت آہ وہ جاتا رہا
سلسلۂ چشتیہ سے بھی اجازت تھی ملی
تھا جو اک مہر ولایت آہ وہ جاتا رہا
خانقاہ و مدرسہ اس کے جو ہیں اب سوگوار
اب کہاں اس کی نظامت آہ وہ جاتا رہا
خلف اکبر کو بنا کر خود وہ اپنا جانشیں
کر دیا شمس ولایت آہ وہ جاتا رہا
اس کے جانے کا ہوا ہے غم زماں کو بھی بہت
دے کے ہم کو داغ فرقت آہ وہ جاتا رہا

زماں برداہوی
زماں منزل محلہ فیض اللہ خاں، دربھنگہ

بنگال و بہار میں حضور عالی قدس سرہ کی بے لوث خدمات

مفتی محمد محفل اشرف برکاتی

مغربی بنگال کے ضلع اتر دیناج پور اور بہار میں ضلع پورنیہ و کشن گنج میں بدقسمتی سے ایک بدمذہب پیر نے کسی زمانے میں اپنا جال بچھا دیا تھا اور ایسا بچھایا تھا کہ اچھے اچھے اس میں پھنس گئے تھے مگر اللہ کو ان علاقے کے مسلمانوں کے دین و سنیت اور ایمان و عقائد کی حفاظت فرمانی تھی کہ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ایک مرد مجاہد، فاقہ کش، صابر و شاکر، دنیا و مافیہا سے بیگانہ، حرص و طمع سے کوسوں دور، پابند شریعت و طریقت، جامع شرائط پیر، گاؤں گاؤں، بستی بستی، قریہ قریہ پاپیادہ یا بیل گاڑی میں سواری کر کے سنیت کی تبلیغ کرنے والے، پُروقار، وجیہہ، نورانی پیکر اور بارعب فرد جلیل کو ان کا قائد و رہبر بنا کر بھیجا۔ اسی محسن اہلسنت، مبلغ دین و ملت، مرشد برحق شمع شبستان روحانی بابا، مولانا سمرقندی سید فدا محمد عبدالکریم قدس سرہٗ کے سچے جانشین و وارث اور ایسے جانشین کہ سیدی مولانا سید فدا محمد عبدالکریم کے لیے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی) کا دروازہ خود بخود کھلا تھا تو اس جانشین صادق کے لیے مزار سمرقندی کا دروازہ خود بخود کھل گیا تھا۔ اسی عبقری شخصیت کو پیر طریقت حضور عالی مولانا الحاج سید شاہ نور علی (نور اللہ مرقدہ) کے نام سے دنیا جانتی اور مانتی ہے۔

واقعی اگر متعصب و مشربی عینک کے بجائے حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ہر ذی انصاف پکار اٹھے گا کہ بدعقیدہ پیر کے چنگل سے نکال کر ان علاقوں کے مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کے محافظ بفضل خداوندی یہی مرد مجاہد تھے۔ یہی وہ احسان عظیم ہے کہ رہتی دنیا تک اہل بہار و بنگال کما حقہٗ حضور عالی کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے احسان کا بدلہ دے سکتے ہیں۔ حضور عالی نے جس آبادی میں بھی قدم رکھا الحمدللہ! ان آبادیوں میں خدا کی رحمتیں، برکتیں اور نعمتیں جھوم جھوم کر ابر کرم بن کر برس پڑیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان علاقوں میں حضور عالی کی سرپرستی میں کثیر مدارس و مساجد وجود میں آ گئے جہاں صبح و شام قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ مزید برآں حضور عالی کے قدموں کی برکت سے کتنے بیمار شفایاب ہو گئے، کتنے مزدور و قلاش خود کفیل ہو گئے، کتنے بے مکاں صاحب مکاں ہو گئے اور یہ ساری برکتیں دیوار قہقہہ کی طرح نظروں سے اوجھل نہیں بلکہ مثل آفتاب ہمہ وقت سب کے پیش نظر ہیں مگر بات وہی ہے کہ:

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے * دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

(مضمون نگار مشہور خطیب اہل سنت ہیں)

اشاعت خاص

حضرت سید شاہ نور علیؒ کے یہاں انسانیت کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ جب وہ اپنے ماحول میں انسان کو ذلت کی پستیوں میں گراہوا دیکھتے تھے تو غمزدہ ہوتے تھے۔ زندگی کے ہنگاموں میں مسلمانوں کو درپیش مسائل بھی ان کے دردمند دل کو بے قرار کرتے تھے۔

منظوم مناقب

بہ بارگاہ سراج الاولیا حضور عالی سید شاہ نور علیؒ

بس گئی ہے جب سے دل میں اُلفتِ نور علی
ہرطرف آتی نظر ہے صورتِ نور علی
اک نظر جس نے بھی دیکھا آپ کا ہی ہوگیا
ہرطرف پھیلی ہوئی ہے نکہتِ نور علی
آپ کے دادا ہوئے حضرت فدا عبد الکریم
ان کی سیرت سے بنی ہے سیرتِ نور علی
جب بھی آجائے میرے مولیٰ مصیبت کی گھڑی
مجھ کو ہو حاصل اُسی دم نصرتِ نور علی
لکھ رہا ہوں شوق سے نوریؔ کہ محشر میں میرے
کام آئے گی یقینا مدحتِ نور علی

حافظ تجمل حسین نوریؔ
صدر مدرس مدرسہ نور الاسلام، ٹیپا گچھ، اتر دیناج پور، بنگال

***

ہوگئے سید نورِ علی جب واصل بہ حق
تھے فلک پر ابرِ رحمت اُس گھڑی سوئے شفق
ہاں! جلائی آپ نے شمعِ روحانی ہر طرف
ہوگئی تھی آپ ہی کی پا سبانی ہر طرف
رہا منور چہرۂ اقدس اُن کا ہمہ دم
جب کہ پاس آئے اُن کے انگنت رنج والم
پھر بھی شکوہ نہ تھا زباں پہ کسی مرض کا
اک ستارہ ہی کہیے آپ اُن کو عرش کا
گویا وہ ہستیِ نازاں نہ رہی اب اِس جا
یعنی وہ صورتِ خنداں نہ رہی اب اِس جا
چھوڑ کر ہم کو چلے ہیں جانبِ فردوس جو
دے گئے ہیں یادِ ماضی صاحبِ فردوس وہ

حیدر وارثی
جدید وارثی حویلی، تعلیم نگر، بی بی پاکر، دربھنگہ

***

سنیت کے پاسباں تھے سیدی نور علی
عظمتوں کے اک نشاں تھے سیدی نور علی
عالمِ علمِ شریعت تھے طریقت آشنا
علم کا کوہِ گراں تھے سیدی نور علی
ہرگھڑی وہ ڈوبے رہتے تھے نبی کے عشق میں
شانِ بزمِ عاشقاں تھے سیدی نور علی
گلشنِ شبیر و شبر کے شگفتہ پھول تھے
فاطمہ زہرا کی جاں تھے سیدی نور علی
جن کے اک نورِ نظر ہیں سیدی بابو حضور
نورِ نگہِ کاملاں تھے سیدی نور علی
صاف کہہ دو اے محامدؔ آج تم اِس بزم میں
آلِ ختمِ مُرسَلاں تھے سیدی نور علی

عبدالمجید مصباحی محامدؔ
استاذ دار العلوم فدائیہ خانقاہ سمرقندیہ، دربھنگہ

***

قلعۂ دینِ نبی کا پاسباں جاتا رہا
گلشنِ اسلام کا اک باغباں جاتا رہا
جس کی بھینی خوشبوؤں سے تھے معطّر جسم وجاں
علم کا، اخلاص کا وہ گُلِستاں جاتا رہا
وقت کے طوفان کا رُخ پھیرنے والا جری
استقامت، عزم کا کوہِ گراں جاتا رہا
جھولیاں پھیلی ہیں، آنکھوں میں طلب کے اشک ہیں
نہرِ بخشش، جُود کا بحرِ رواں جاتا رہا
آسمانوں کی جبینیں خم تھیں جس کے سامنے
وہ حضورِ عالی، وہ عالی نشاں جاتا رہا
شفقتوں کی چھاؤں احمدؔ اب کہاں مل پائے گی
الفت و شفقت کا جب وہ سائباں جاتا رہا

مولانا طفیل احمد مصباحی
سب ایڈیٹر، ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارک پور، اعظم گڑھ، اتر پردیش

***

دینِ کامل کے حسیں باب حضورِ عالی
خدمتِ خلق میں نایاب حضورِ عالی
پیکرِ حُسن تھے ایسے کہ تھے سب گرویدہ
یوں وجاہت کی تب و تاب حضورِ عالی
وہ بزرگوں کی نگاہوں کی تھے تسکینِ دوام
حُبِّ اسلاف میں شاداب حضورِ عالی
جانے کتنوں میں کی تقسیم طہا رت کی ضیا
چرخِ سادات کے مہتاب حضورِ عالی
تھا ہمہ وقت تصور میں مدینے کا جمال
عشقِ سرکار میں بے تاب حضورِ عالی
عین سنت کے مطابق تھا شب و روز اُن کا
قدسیؔ سرمایۂ آداب حضورِ عالی

سید اولاد رسول قدسی مصباحی
نیویارک، امریکا

***

دل وجاں کے اندر ہیں آباد نور
ہمیشہ رہیں گے ہمیں یاد نور
سکھائی ہمیں طرزِ حسنِ حیات
کتابِ محبت کے استاد نور
وہ ہیں اک گلِ گلشنِ مصطفی
حبیبِ شہنشاہِ بغداد نور
ملی ان کو "لایحزنوں" کی سند
سدا خوف وغم سے ہیں آزاد نور
کھُلے اُن پہ بابِ علومِ علی
ہیں سلطانِ حکمت کے شہزاد نور
سیادت سے معمور، تیرا خمیر
بڑے با شرَف تیرے اجداد نور
تری ذات میں ایسا عشقِ رسول
جہاں خم، سرِ قیس و فرہاد نور
چمک تیرے جلوؤں کی بڑھتی رہی
تڑپتے رہے سارے حُسّاد نور
نہ بھٹکیں گے تا حشر تیرے غلام
کہ ہیں رہنما تیرے ارشاد نور
تری خانقاہِ سمرقندیہ
ہے تیری جدائی سے ناشاد نور
جو غم تیری رحلت کا پہونچا ہمیں
نہ لکھ پائیں گے اس کی روداد نور
برستا رہے تجھ پہ ابرِ کرم
سدا قبر میں تو رہے شاد نور
ہمیشہ، ترا باغ تازہ رہے
پھلے پھولے سب تیری اولاد نور
فریدی ہی بس تیرا واصف نہیں
زمانہ بنا، تیرا حمّاد نور

مولانا محمد سلمان رضا فریدی صدیقی
مصباحی مسقط (عمان)

حضور عالی سید شاہ نور علی رحمۃ اللہ علیہ

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ڈاکٹر محمد دانش محفوظ

وجہِ خلقِ کائنات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ عام انسان کی نسل اس کے دادیہال سے ہے جبکہ نسلِ سادات خاتون جنت، بنت رسول، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نانیہال) سے جاری اور ساری ہے۔ یہ خصوصیت رہتی دنیا تک کوئی دوسری برادری نہیں لے سکتی۔

اللہ رب ذوالجلال نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لئے آخری آسمانی کتاب قرآن مجید عطا فرمایا جس میں الحمد للہ رب العلمین فرما کر پوری دنیا کے لئے اپنی ربوبیت کا اعلان فرمایا وہیں وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین کے ذریعے اس دنیا میں بسنے والے جو گزر گئے ان کے لئے بھی اور جو موجود ہیں ان کے لئے بھی اور جو آنے والے ہیں ان کے لئے بھی رسول اللہ کی رحمۃ للعالمینی کا اعلان کیا۔ یہی وجہ رہی کہ آپ ساری امت کے لیے فکر مند ہو کر رب کی بارگاہ میں ہمیشہ رب حبلی امتی، رب حبلی امتی دعا فرماتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک قرآن اور دوسری چیز اہل بیت اطہار۔ چنانچہ اہل بیت اطہار کو دین اسلام کی آبیاری اور بقا وتحفظ کا اتنا احساس اور لحاظ رہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا اور اسلامی نظام کو تحفظ وبقا فراہم کرگئے۔

ان ہی اہل بیت اطہار میں سے افغانستان میں پیدا ہونے والے ایک فرد فرید، زبدۃ السادات، شیخ طریقت، پاسبان سلسلہ نقشبندیہ حضور سید شاہ نور علی نقشبندی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات کو بہت دنوں سے اور قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل رہا، بہت بار جانا اور مانا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور عالی کی شخصیت میں میں نے دو اہم چیزیں ہمیشہ نمایاں پائیں۔ ذکرِ اسمِ ذات "اللہ اللہ" آپ کے شہیق وزفیر میں محسوس ہوتا اور وہیں بندگان خدا سے کبھی غافل نہ پایا۔ حضور عالی ہی کی شخصیت ہے کہ علاقہ اتر دیناج پور کے خواندہ لوگوں کو صاحب انک لعلی خلق عظیم کی آل سے ہونے کی وجہ سے حسن خلق کا ایسا درس دیا کہ جو حضرات اس علاقے کا دورہ کر چکے ہیں دیناج پوریوں کے حسن خلق کی گواہی دیں گے اور آپ کو اس کے پس پردہ دراصل حضور عالی کے حسن تربیت کی مہک محسوس ہوتی رہے گی ع ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں

> حضور عالی کبھی بھی کچھ دیر آرام کے بعد بیدار ہوتے تو ناک سے سانس لیتے اور ہونٹوں کو وا کرتے، پھر سانس چھوڑتے اور آس پاس کی فضا میں وردِ اسم ذات محسوس ہوتا۔ یہی وجہ تھی آپ بیدار ہونے کے بعد تروتازہ دکھتے۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن حضور عالی کا یہ وصف مجھے اس بات کا احساس دلاتا کہ آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاید ایسے بیدار ہوتے ہوں گے۔ اس احساس سے وہ کیف وسرور ملتا جو بیان سے باہر ہے۔

حضور عالی کبھی بھی کچھ دیر آرام کے بعد بیدار ہوتے تو ناک سے سانس لیتے اور ہونٹوں کو وا کرتے، پھر سانس چھوڑتے اور آس پاس کی فضا میں وردِ اسم ذات محسوس ہوتا۔ یہی وجہ تھی آپ بیدار ہونے کے بعد تروتازہ دکھتے۔ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا لیکن حضور عالی کا یہ وصف مجھے اس بات کا احساس دلاتا کہ آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم بھی شاید ایسے بیدار ہوتے ہوں گے۔ اس احساس سے وہ کیف وسرور ملتا جو بیان سے باہر ہے۔

ضلع کشن گنج (بہار) کے ایک گاؤں بیل پوکھر میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں شہنشاہِ خطابت مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان، شیخ الاسلام پاسبان سلسلہ اشرفیہ حضور علامہ الحاج سید شاہ محمد مدنی میاں مدظلہ العالی اور حضور عالی پاسدار سلسلۂ نقشبندیہ مولانا سید شاہ نور علی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان شریک تھے۔ کھانے کا وقت ہوا۔ الحمد للہ! سبھی معززین ایک ہی دسترخوان پر جمع ہیں۔ جس نے بھی وہ منظر دیکھا ہو کہ خانوادۂ رسول کے فرزندان کیسے کھانا تناول فرماتے ہیں، ان کے لیے اس سنت پر عمل کرنا آسان ہے۔ ہوا یوں کہ سب کے لئے الگ الگ تولیہ کا انتظام تھا، لیکن اتفاق سے ہاتھ دھوتے وقت حضور عالی کے لیے مختص تولیہ نظروں سے اوجھل، منتظمین پریشان اور تولیے موجود ہیں لیکن وہ دوسروں کے لئے خاص ہیں، فرد خاص اُسی کے لیے مامور ہے دے تو کیسے دے۔ دریں اثناء خانوادۂ مخدوم کچھوچھہ کے چشم وچراغ حضور مدنی میاں نے اپنی گردن سے اپنا مبارک تولیہ نکالا اور حضور عالی کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سارے لوگ حیران وششدر رہ گئے۔ حضور عالی نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "رہنے دو مولانا! میلا ہوجائے گا"۔ حضور مدنی میاں نے فرمایا: "تبرکاً سنبھال کے رکھوں گا۔" یہ واقعہ محض واقعہ نہیں بلکہ اس میں پورے علاقے کے لیے ایک درس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علاقے میں سبھی سلاسل کے مریدین میں خلوص واتحاد لائق تحسین ہے۔

دربھنگہ خانقاہ میں میرے قیام کے دوران ایک بار برادران وطن (بنگال) میں سے کسی نے حضور عالی کو دعوت دی اور حضور عالی چلے بھی گئے، ایک آل رسول کیا کھایا، کیا پیا، پتہ نہیں۔ معاذ اللہ! مجھے بدگمانی ہوگئی، میں ذہنی طور پر پریشان ہوگیا، کسی سے کہا تو نہیں لیکن دوسرے ہی دن میں بھی جا پہنچا، بہت سارے لوگ جمع تھے۔ دار العلوم فدائیہ نوریہ، پاچھورسیا (اتر دیناج پور، بنگال) میں جانب مشرق حضور عالی ہی کے لیے بنے خاص حجرے کے صحن میں حضور عالی جلوہ فرما ہیں، میں بھی شریک نشست ہوگیا۔ نشست ہی میں ایک صاحب بتانے لگے کہ حضور! اچھا ہوا کہ آپ تشریف لائے، بہت بڑا فساد ہوتے ہوتے بچ گیا۔ کچھ شرپسندوں نے گوشت کا ٹکڑا مندر میں پھینک دیا تھا۔ لوگ مشتعل ہوگئے تھے لیکن حضور جس کے گھر آپ کی دعوت تھی اس نے خود سے کہ دعوت کا پروگرام خراب نہ ہو بالٹی میں پانی لیا اور مندر کی صفائی کردی اور جمع ہوئے سارے لوگ کو ڈانٹ کر بھگا دیا اور معاملہ شانت ہوگیا۔ حضور عالی مسکرائے۔ میں نے حضور عالی کی طرف دیکھا، نظریں ملیں۔ میں شرمندہ تھا اور سب بدگمانی ختم ہوچکی تھی۔ آج ہمارا علاقہ امن وامان کا گہوارہ ہے تو اس کے پیچھے خانوادۂ رسول کے فرد جلیل حضور عالی کی بے پناہ حکیمانہ خدمات کارفرما ہیں۔

خانقاہ عالیہ سمرقندیہ سے متصل مدرسہ کی توسیعی عمارت میں کام چل رہا تھا، تقریبا پانچ ٹریکٹر اینٹیں شام کو پہنچیں، مغرب کی اذان ہونے والی تھی، شام کا وقت تھا، مزدور لانے کو تیار نہیں۔ اس زمانے میں سڑکوں کی لائٹ برائے نام ہوتی تھی۔ مغرب کی نماز ہوئی۔ روضہ پر صلوٰۃ وسلام ہوا اور اعلان ہوگیا کہ مین روڈ سے اینٹیں لانی ہیں۔ میں پریشان ہوگیا کہ ایک رات کا وقت اور پڑھانے کے لیے مطالعہ کا نقصان، مزدور ابھی ملے گا نہیں، طلبہ ہی سے لانا ہے۔ اس وقت حضور عالی دربھنگہ ہی میں قریب کے ایک گاؤں میں مدعو تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کام طلبہ سے نہیں کرانا چاہیے لیکن معاً یہ خیال آیا کہ رات کا وقت ہے کہیں اینٹیں ادھر سے ادھر نہ ہوجائیں، پس میں نے ہاتھ میں چھڑی لی اور سب کے سب طلبہ قطار میں کھڑے ہوگئے، دوچار قدم کے فاصلہ پر مین روڈ تک۔ سب ایک دوسرے کو دو دو اینٹیں خوشی خوشی منتقل کرنے لگے، لیکن اینٹیں زیادہ تھیں، تقریبا ایک گھنٹہ گزر گیا، بچے تھکے نظر آنے لگے۔ اسی وقت حضور عالی دعوت سے واپس ہوکر خانقاہ آپہنچے، چہرہ سرخ تھا، ناراضگی جھلک رہی تھی۔ مؤذن صاحب سے مخاطب ہوکر کہنے لگے "خدا کے بندے! یہ کام طلبہ سے نہ کراؤ۔" مجھے آپ کی ناراضگی بہت پسند آئی۔ واقعی یہ طلبہ وارثین انبیاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور عالی کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)۔

(کنجریا، اسلام پور، اتر دیناج پور، مغربی بنگال)

بنگال میں اسلام کی تاریخ اور حضورِ عالی کی خدمات

مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی

کہتے ہیں کہ مالابار کے ساحلی علاقوں پر بعثت نبوی سے قبل ہی عرب تجار آیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اعلانِ نبوت کے بعد بھی قائم رہا جس کے نتیجہ میں راجا چیرامن پیرول خدمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دے کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بشرط صحت روایت یہ کسی ہندوستانی کے قبول اسلام کا اولین واقعہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجا چیرامن پیرول چند صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر ہندوستان واپس آئے تھے۔ جب حضرت عمر کی خلافت کا دور چل رہا تھا تو اس وقت صحابہ وتابعین کی ایک جماعت مالابار، ہندوستان تشریف لائی۔ ان ہندوستان آنے والوں میں سب سے اہم نام صحابی رسول حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ [ان کی صحابیت میں اختلاف ہے] کا ہے جن کا مزار شریف آج بھی ریاست کیرالہ میں کاسرگوڑ ضلع میں موجود ہے۔ محمد بن قاسم صرف ۱۷ سال کی عمر میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی اجازت سے راجا داہر کے مقابلہ میں ہندوستان آئے تھے۔ راجا داہر کی زیادتی اور سراندیپ کے تاجروں پر ہورہے مظالم کی اطلاع خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ملی تھی جس کے نتیجہ میں یہ کارروائی ہوئی۔ ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جب بڑی ریاستوں کے مظالم سے تنگ آگئیں تو محمود غزنوی کو مدد کے لیے پکارا گیا۔ محمود غزنوی مقامی ہندو راجاؤں اور ان کی افواج کی مدد سے شمال مغربی ہند کی بڑی اور مضبوط سلطنتوں کو کافی کمزور کردیا۔ پھر محمد غوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف ہندو راجاؤں کے بالمقابل فتح یاب ہوئے، بلکہ دلّی میں سلطنتِ غلامان کی بنیاد بھی رکھی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے کوششیں کی جاتی رہیں۔ اس طرح ہندوستان میں اسلام کا ستارہ روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا۔

لیکن بنگال میں اسلام کی ابتدا تبلیغ یعنی یہاں کے مقامی باشندوں کی تبدیلِ مذہب سے نہیں ہوئی، بلکہ یہاں اسلام کی ابتدا تبدیلِ وطن Immigration سے ہوئی۔ آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں مسلمانوں کی آمد شروع ہوچکی تھی جو اسلام کا قربِ عہد کہلاتا ہے۔ یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا۔ بنگال میں عرب مسلمانوں کی کثرت آبادی کی ایک علامت یہ ہے کہ یہاں کی مقامی زبانوں میں عربی دخیل الفاظ کی کثرت پائی جاتی ہے۔ چٹگام، سلہٹ، نواکھالی اور دیناج پور کی ہزار سالہ پرانی زبانوں کا جائزہ لیجیے تو کثیر عربی الفاظ ان زبانوں کا حصہ نظر آتے ہیں۔ عباسی خلافت کے زمانے میں بنگال میں مسلمانوں کی قابل قدر آبادی پائی جاتی تھی یہاں تک کہ آثار وباقیات کی روایتیں بتاتی ہیں کہ یہاں کی کھودائی میں خلافت عباسیہ کے دور کے سکے بھی ملے ہیں۔

بنگال میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے، اسی بادشاہ نے مذہب اسلام کو اس خطے میں رواج دیا، اسلامی سلطنت قائم ہوتے ہی مبلغین اسلام اور داعیان اسلام کی ہمتیں کھل گئیں، یہاں پہلے سے آباد مسلمانوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسلامی سلطنت کے زیر سایہ بیرون صوبہ سے مبلغین اسلام بنگال تشریف لانے لگے جن میں مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کی ذات بھی شامل ہے، خاندان علائیہ نے بنگال کی سرزمین کو اسلام کی بہاروں سے خوب آراستہ وپیراستہ کیا۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی علیہ الرحمہ کی تبلیغ سے راجا گنیش کا لڑکا جدو نے اپنے والد کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا اور وہ مسلمان ہوکر جلال الدین شاہ کے نام سے تخت نشین بنگال ہوا۔ خانوادۂ علائیہ کی تبلیغ کا اثر صدیوں بنگال کی سرزمین پر قائم رہا۔

بنگال کی سرزمین نے ایک دن ایسا بھی دیکھا جب بھکتی اور چیتنیہ جیسی تحریکوں نے سر اٹھایا۔ اس وقت یہاں کے مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا ہمہ جہت داعی ومبلغ نہیں تھا جو ہر خطہ کے مسلمانوں کی رشد وہدایت کا سامان پیدا کرتا۔ البتہ ہر ذی شعور مسلمان نے اپنے اپنے انداز میں ایک مخصوص خطے میں اسلامی تبلیغ کی بساط بچھا رکھی تھی اور وہ اسلامی شعار کی حفاظت میں سروتن کی بازی لگایا ہوا تھا، مگر مرکزیت کے فقدان کی وجہ سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اب ہوا یہ کہ مسلمانوں کے اندر غیر مسلموں کی بہت سی رسمیں داخل ہوگئیں۔ آزادی کے بعد تو اس خطہ کا بہت برا حال رہا۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ دین اسلام کا محافظ اللہ عزوجل ہے، جب کوئی فرعون سر اٹھاتا ہے تو وہ کسی کو موسیٰ بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ جہاں جہاں گمراہیاں سر اٹھاتی ہیں، ان کے خاتمہ کے لیے وہ کسی نہ کسی مرد مجاہد کو بھیج دیتا ہے۔ مشرقی بنگال اور پوربی مشرقی بہار میں جب گمراہیوں نے سر ابھارا تو اللہ عزوجل نے آج سے تقریبا ستر سال پہلے اس علاقہ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے چمنستان نقش بند کا ایک گل سرسبد عطا فرمایا۔ میری معلومات کے مطابق اس گل تر نے سب سے پہلے علاقہ ٹھاکر گنج کی دیہی آبادی طیب پور، ضلع کشن گنج (بہار) میں اپنی خوشبو سے مشام جاں کو معطر کیا۔ گورا رنگ، آنکھیں روشن وتابناک، پیشانی کشادہ، نور برستا چہرہ، تقویٰ وپرہیزگاری کے آثار پیشانی سے ہویدا اور عالمانہ رعب ودبدبہ اس طرح ٹپکا پڑتا تھا کہ دیکھنے والا دیکھتے ہی مرعوب ہوجائے۔ یہ ذات زینت الاتقیا، سراج الاصفیاء حضرت علامہ سید شاہ نور علی معروف بہ حضور عالی کی تھی۔ پہلی آمد ہی سے اس راج دلارے نے لوگوں کے دلوں میں حکومت قائم کرلی، پھر کیا تھا، آمد ورفت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

حضرت سید شاہ نور علی حضور عالی علیہ الرحمہ نے ان سنگلاخ علاقوں میں جس زمانے میں قدم رکھا تھا وہ زمانہ حمل ونقل کے موجودہ وسائل سے عاری تھا، کبھی سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کشن گنج ودیناج پور کے اکثر علاقوں میں آج بھی راستے خام ہیں، آپ نے کس طرح اتنے بڑے علاقے کو تنِ تنہا سر کرلیا، یہاں کی غیر تعلیم یافتہ عوام کو آپ نے کس طرح زندگی کے تقریبا ستر سالوں تک اپنی حسن کرداری کا آئینہ دکھایا۔ سچ پوچھیے تو یہ کہنے میں ذرہ برابر تامل نہیں ہوتا کہ توفیق الٰہی نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ورنہ آج بھی بڑے بڑے مبلغین ان علاقوں کو ترجیح دینے میں پس وپیش کرتے نظر آتے ہیں۔

حضرت سید شاہ نور علی حضور عالی علیہ الرحمہ کے یہاں انسانیت کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ جب وہ اپنے ماحول میں انسان کو ذلت کی پستیوں میں گرا ہوا دیکھتے تھے تو غمزدہ ہوتے تھے۔ زندگی کے ہنگاموں میں مسلمانوں کو درپیش مسائل بھی ان کے دردمند دل کو بے قرار کرتے تھے، مسلمانوں کی مفلسی وکس مپرسی سے بھی وہ غمزدہ نظر آتے تھے۔ ان کے نزدیک زندگی کی یہ گہما گہمی، حزن والم اور سوز غم کی اصل وجہ انسان کے اندر انسانیت کا فقدان تھا۔ اس لیے وہ اپنے مریدین ومتوسلین کے یہاں منعقد ہونے والی شادی بیاہ، ختنہ وعقیقہ اور تیجہ وچہلم کی مجلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے تاکہ انہیں غم والم اور اضطراب وبے چینی کے اوقات میں اپنے مرشد گرامی کی دعاؤں کا سہارا نظر آئے اور وہ خیال امروز وفکر فردا کی الجھنوں سے بے نیاز ہوکر اپنی سماجی ومذہبی تقریبات کو انجام دے سکیں۔ ان محفلوں میں شرکت سے علاقے کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے اندر جو خلاف شرع رسمیں پنپ رہی تھیں، تقریبا اس پر لگام لگ گئی اور اسلامی رسموں نے ان کی جگہ لے لیں۔ الحمد للہ۔

حضرت سید شاہ نور علی علیہ الرحمہ ان علاقوں میں پائی جارہی ناخواندگی کے بارے میں بھی بہت فکرمند رہتے تھے۔ مریدین کو اپنی مجلسی گفتگو میں اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی ترغیب دیتے تھے۔ جب کسی مرید کے بارے میں سنتے کہ فلاں کا لڑکا عالم دین بن گیا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے علاقۂ دیناج پور کی عوام کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے سرزمین اسلام پور کی نوری مسجد میں ایک عالی شان مدرسہ قائم فرمایا۔ اسی طرح پاچھورسیا کی سرزمین پر ان کا قائم کردہ ایک ادارہ بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے منزلوں کی طرف رواں ہے۔ جب ان اداروں کے طلبا ابتدائی ومتوسطات کی تعلیم حاصل کرلیتے ہیں تو وہ اپنی اعلیٰ تعلیم کے لیے خانقاہ عالیہ سمرقندیہ دربھنگہ میں حضور عالی ہی کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم فدائیہ کا یا کسی سنی ادارہ کا رخ کرتے ہیں جہاں اعلیٰ علوم وفنون سے طالبان علوم نبویہ کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت سید شاہ نور علی، حضور عالی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح وبہبود کے لیے اپنی ساری عمر وقف کردی تھی اور وہ اس میں اپنی ممکنہ حد تک کامیاب بھی رہے۔ ان کے خلف وجانشین حضرت علامہ شمس اللہ جان مصباحی معروف بہ "بابو حضور" اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں۔ اللہ حضور عالی کے درجات بلند فرمائے اور بابو حضور کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین۔

(صدر المدرسین دار العلوم عربیہ منظر اسلام، التفات گنج، امبیڈکر نگر، یو۔پی)

حضور عالی کا روحانی رتبہ اور منہاجِ دعوت

مولانا رفعت رضا نوری مصباحی

ہندوستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کی ایک اہم شاخ خانقاہ سمرقندیہ دربھنگہ ہے۔ اس سلسلے میں ایسے علماء ومشائخ اور تلامذہ ومریدین گزرے ہیں جنہوں نے دنیا کے کونے کونے میں اسلامی تعلیمات اور دین وسنت کی تبلیغ وترسیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علمی، فکری، دعوتی بلکہ ہر پہلو سے خانقاہ عالیہ سمرقندیہ کے مشائخ کی ہشت جہات خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں مجددِ سلسلۂ نقشبندیہ حضرت شیخ غلام علی دہلوی کے توسط سے جن خانوادوں اور مقامات پر روحانی اور علمی نعمت پہنچی ہے ان میں خانقاہ سمرقندیہ کا نام انتہائی اہم ہے۔

موجودہ عہد میں اس خانقاہ کی علمی وروحانی روایات کے امین سراج الاصفیاء حضرت مولانا سید شاہ نور علی معروف بہ 'حضور عالی' کی ذات والا صفات تھی۔ آپ کا عہد پوری ایک صدی کو محیط ہے۔ آپ کی علمی اور دعوتی وتبلیغی خدمات کا دورِ عروج دراصل بیسویں صدی کا نصف آخر ہے۔ اپنی خدمات دینی وعلمی کے اس عہد زریں میں مختلف محاذِ دعوت پر آپ نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ نہایت اہم ہے، جس کے ذکر کے لیے دفتر درکار ہے۔ 'حضور عالی "طریقِ نقشبندیہ" کی پابندی کی وجہ سے روحانیت کے کس مقام ومرتبے پر فائز تھے یہ اندازہ تو کچھ وہی لگا سکتے ہیں جو اس میدان کے مرد حق آگاہ ہیں۔ ہمیں تو حضور عالی سے نیاز مندانہ ملاقات کے بعد اندازہ ہوا کہ ایک شیخ طریقت وشریعت کو جس طرح کی شخصیت اور اوصاف وکمالات کا حامل ہونا چاہیے وہ ان کمالات واوصاف کے باحسن وجوہ حامل تھے۔ آپ باعمل عالم، خلق محمدی کے مظہر مخلوق کے لیے ہم درد اور غم خوار تھے۔ ناقصوں کے پیر کامل، طالبوں کی امیدگاہ، سالکوں کے رہنما اور واصلین وکاملین کے لیے چراغ ہدایت۔ حضور عالی کی شخصیت بڑی پرکشش تھی عوام، خواص، اہل عہدہ ومنصب سبھی آپ سے ملاقات کرکے خوشی اور اپنے مضطرب دل کی دوا پاتے۔ آپ کے صاحبزادے وجانشین حضرت مولانا سید شاہ شمس اللہ جان معروف بہ 'بابو حضور' سے ملاقات اور ان کے انداز کریمانہ کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس وقت ہندوستان کی وہ خانقاہ ہیں، جہاں علم عمل، صحبت وتربیت، روحانیت واخلاق کی خوبو موجود ہے، ان میں خانقاہ سمرقندیہ کا نام بھی لیے جانے کے لائق ہے۔

حضور عالی نے اپنی زندگی میں صرف اپنے اسلاف ومشائخ کی روحانی نعمتوں کی حفاظت وصیانت نہیں کی بلکہ ان نعمتوں کو خلق خدا تک پہنچانے میں عمر کا ایک طویل ترین حصہ صرف کیا اور ملک کے اطراف واکناف میں اپنے مشائخ کی نعمتوں کو پہنچانے میں غیر معمولی جدوجہد کا مظاہرہ کیا۔ پوری زندگی اپنے مشائخ کی روش پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیتے رہے۔ انتہائی خاموشی کے ساتھ ایک صدی پر محیط خدمات انجام دیں تاہم پھر بھی کوئی شہرت وناموری کی طلب پیدا نہیں ہوئی۔ یہ ان کی اعلیٰ ظرفی، محمدی مشن سے والہانہ لگاؤ اور طریقۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کی یاد دلاتی ہے۔

آپ کے خلیفہ وجانشیں حضرت مولانا سید شاہ شمس اللہ جان "بابو حضور" سے گفتگو کے ذریعے آپ کے دعوتی منہج اور عظیم روحانی مربی ہونے سے متعلق جو معلومات راقم سطور کو حاصل ہوئیں یہاں اختصار کے ساتھ چند اہم پہلوؤں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

قرآنی طریقۂ دعوت: حضور عالی اپنے دعوتی منہج میں قرآن حکیم کی اس آیت پر عمل پیرا تھے: ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ہی احسن ان ربک اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بالمھتدین۔ (النحل:۱۲۵)۔ بنگال کے پسماندہ ترین علاقے جہاں ایک زمانے میں ضروریات زندگی تک کے سامان صحیح طور پر مہیا نہیں تھے، حضور عالی نے ان علاقوں میں مہینوں تک رک کر اور زندگی کے تلخ لمحات کو برداشت کرکے لوگوں کو دین کی دعوت دی۔ لوگوں کی نفسیات اور ان کی ضروریات کی تکمیل کرکے انہیں دین دار بنایا۔ دیہات کے کسان اور مزدور لوگ جو دین کے ابجد سے بھی واقف نہیں تھے، آپ کے توسط سے دین دار ہوگئے۔ بڑی دانائی کے ساتھ ان میں آپ نے مدرسہ، مکتب، قرآن، سیرت رسول اور اولیائے کرام سے دلچسپی پیدا کی۔ آج وہاں پر علما کی فصل بہار اس بات کی زندہ مثال ہے کہ حضور عالی کی محنتوں کا ثمرہ اور نتیجہ کتنا خوبصورت برآمد ہوا ہے۔

حضور عالی شریں گفتار اور نرم طبیعت تھے مخلوق کی طبیعت ازخود آپ کی طرف مائل ہوتی تھی۔ آپ کے ظاہر وباطن کی پاکی اور طہارت ونفاست سے لوگوں کے دل خود بخود آپ سے متاثر ہوتے پھر آپ جو "وعظِ حسن" کی صورت میں فرمادیتے لوگ اس پر عمل پیرا ہوجاتے تھے۔

حرفے کہ ازاں دہن برآید
درے است کہ از عدن برآید

وہ حرف جو اس دہن سے نکلے ہے۔ وہ موتی ہے جو عدن سے نکلے ہے۔ خاندانی وجاہت، اخلاق کی بلندی، پاکیزہ صورت اور سائشتہ عادات کے لحاظ سے آپ کی ذات ان اللہ یحب ان یری اثر نعمۃ علیٰ عبدہ۔ (اللہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند فرماتا ہے) کی مصداق تھی، اس لیے جس جگہ آپ بیٹھ گئے وہی میخانہ بن گیا۔

رند جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بنے

ایسی جامع کمالات شخصیت اور ظاہر وباطن کی نفاست کے سلطان بہت مشکل سے ملتے ہیں ع بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن دیدہ ور پیدا

محبت اور انفاق: سیرت رسول بتاتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق سے محبت اور ان پر بے انتہا انفاق کے ذریعے انہیں اللہ سے واصل کیا۔ شائخ بھی اس سیرت کا نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ خود ذکر اللہ میں مصروف ہوتے ہیں تو اللہ کے بندے اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں، وہ خود محبت الٰہی میں مست وسرشار ہوتے ہیں تو مخلوق کے قلوب ان کی محبت سے سرشار ہونے لگتا ہے۔ غرضیکہ وہ جس قدر اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں اس سے زیادہ بطور انعام مخلوق ان کی طرف مائل ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذکر و فکر کے ذریعے فاذکرونی اذکرکم اور یحبھم ویحبونہ کا مظہر بن جاتے ہیں۔ حضور عالی کی زندگی اس سیرت کا عملی نمونہ تھی۔ ان کے جنازے میں لاکھوں لوگوں کی بھیڑ، وصال کے بعد حد درجہ مقبولیت اس بات کی غماز ہے کہ وہ رضائے الٰہی کی خاطر مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتے تھے اور ان سے حد درجہ محبت اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرتے تھے۔

مدارس ومکاتب کا قیام: حضور عالی نے اپنی حیات مبارک میں ملک بھر میں درجنوں مدارس ومکاتب کی بنیاد رکھی۔ خاص طور سے بنگال کے علاقے میں کثرت سے دینی مکاتب قائم کیے تاکہ چھوٹے بچے اور نئی نسل کے اندر دینی روح پیدا ہو اور وہ اسلامی تعلیم سے آشنا ہوسکیں اور ان کے اخلاق وکردار کو سنوارا جاسکے۔ جب بچہ شروع ہی میں اسلامی اخلاق و اعمال کا حامل ہوگا تو جوانی اور بڑھاپے پر اس کا گہرا اثر باقی رہے گا۔ اس وجہ سے حضور عالی دور افتادہ گاؤں میں مہینوں قیام کرتے، لوگوں کو دین کی طرف مائل کرتے اور پھر ادارہ سازی کی تحریک چلاتے۔ دعوت دین کے لئے قیام مدارس ومکاتب کے منہج کو آپ نے اس زمانے میں اپنایا جب مادی وسائل کم تھے، بیداری کم تھی، شعور کا فقدان تھا، لوگوں کی دینی توجہ کم تھی، مگر اس کے باوجود پوری پامردی کے ساتھ آپ نے حالات کی ناسازگاری کا مقابلہ کرتے ہوئے ادارے قائم کیے اور ساتھ ہی ان کی نگرانی بھی کی۔ انہی اداروں میں بیٹھ کر آپ نے پند ونصائح کی مجالسیں بھی آراستہ کیں اور ان کے ذریعے عوام وخواص کی اصلاح ودعوت کا کام کیا، ان کے قلوب کی صفائی کی اور ان میں دین وسنت کی روشنی داخل کی۔ بالغ علما وفضلا اور خواص کی تربیت انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر کرتے تھے۔ آج ان علاقوں میں جہاں حضور عالی نے خصوصی جانفشانی کی تھی، سیکڑوں علما، فضلا، قرا اور حفاظ حضرات ملک کے مختلف علاقے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور خوش حال زندگی بسر کررہے ہیں۔ مدارس ومکاتب کا قیام ان کے منہج دعوت، حسین انداز اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ فریضہ ہے۔ حضور عالی کا یہ ایک زبردست کارنامہ ہے اس پر مزید جستجو کرکے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے۔

(بہادر گنج، کشن گنج، بہار)

منقبت

کیوں کر ہو ترے حسن کا اظہا ر نور شاہ
گلشن ہے ترا مصر کا بازار نور شاہ
حسنین کی نسبت کا گہر خوب لٹا ئے
ہستی ہے تری مطلع انوار نور شاہ
"سید" کو زمانے سے لقب ملا" سید"
ہے ایسا حسیں آپ کا کردار نور شاہ
مرشد کی طرح دار قنا دیل کے صد قے
ہے صبح حسیں، شام ضیا بار نور شاہ
حیران ہیں سبھی جبہ و دستا ر کے تا جر
سن سن کے ترے علم کی جھنکا ر نو ر شاہ
ان ذروں کے سر، تاج بندھا علم وحکمت کا
جن ذروں نے چوما تری پیزار نو ر شاہ
سینہ ہے ترا مخزنِ عر فانِ شریعت
دندان مبا رک درِ شہ وار نور شاہ
لبہا ئے وفا کیش و رخِ ناز ہیں روشن
سورج ہے ترا حلقۂ رخسار نور شاہ
چہرہ ہے ترا رشکِ قمر نازشِ خور شید
پیشانی ہے تاروں سی چمکدار نور شاہ
گھر کرتی ہے اعدا کے دلوں میں بھی یقینا
شیریں ہے عجب تر، تری گفتار نور شاہ
پروازِ تخیل تو ہے افلاک کا ہم سر
اعلیٰ ہے تری بزم کا معیار نور شاہ
اک بوند عطا کی مری کشکول میں آجائے
ہے علم کا دریا ترا دربار نور شاہ
آشفتہ سروں کے لیے بے گانہ جہاں میں
کافی ہے ترا سایۂ دیوار نور شاہ
دریا کی طرح آج بھی بہتے ہیں وہ سارے
جن جن پہ پڑی علم کی بوچھار نور شاہ
اک لخت ہیں انگشت بدنداں مہ و انجم
اونچا ہے ترے علم کا مینار نور شاہ
اے ملت بیضا! تری خدمات کے صدقے
لاریب ہوئے خلد کے حقدار نور شاہ
مرقد پہ تمہارے ہو سدا بارشِ انوار
اللہ کی رحمت ہو نگہدار نور شاہ
اللہ کی نعمت ہو، بڑی عظمتوں والے
توصیف میں وا ہے لبِ سنسار نور شاہ
دربارِ گہربار میں توصیف کی صورت
مقبول ہوں ازہرؔ کے یہ اشعار نور شاہ

ازہر القادری
سدھارتھ نگر، اتر پردیش